دسمبر
2020ء

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ (القرآن:54)

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 14	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران)	ربیع الثانی : 1442ھ
شمارہ : 12	اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)	دسمبر : 2020ء

ISSN : 2305-6231

ماهنامه

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حاجی محمد منظور انور
- انجینئر عبداللہ اسماعیل

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین
قانونی مشاورت	محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اسلام میں..........حکمران کے چناؤ کا تصور	مولانا محمد انور چیمہ	8
5	سورۃ الرحمٰن اور دجالی دور (4)	انجینئر مختار فاروقی	19
6	تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (8)	احسن عزیز شہید	24
7	کیا حفظ قرآن کی تعلیمی اہمیت سے انکار......(2)	ڈاکٹر حافظ خورشید احمد	29
8	......PNA کی اننگ کے بعد PDM کی 20-20	جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ	40
9	بنتِ حوا کے حقوق کیا ہیں؟ اور وہ آج......	محمد منظور انور	44
10	آر ایس ایس کے عزائم کا تذکرہ	شکیل رشید	49
11	تبصرہ و تعارف کتب		53
12	مدیر کے نام		58
13	آئینہ حکمت بالغہ 2020ء		63

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ: یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورة البقرة (02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	آیات 118-121

وَ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ

اور جولوگ (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرک) وہ کہتے ہیں کہ

لَوۡلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوۡ تَاۡتِيۡنَاۤ اٰيَةٌ

اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّثۡلَ قَوۡلِهِمۡ

اسی طرح جولوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی انہی کی سی باتیں کیا کرتے تھے

تَشَابَهَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ

ان لوگوں کے دل (PSYCHE) آپس میں ملتے جلتے ہیں

قَدۡ بَيَّنَّا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾

ہم نے نشانیاں بیان کردیں ہیں اُن لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے

جولوگ یقین لانے کے قریب ہیں

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا

(اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

وَّلَا تُسۡـئَلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۱۹﴾

اور اہل دوزخ کے بارے میں آپ سے کچھ پرسش نہیں ہوگی

وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى

اور آپ سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی

حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ

یہاں تک کے ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو

قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى

(ان سے) کہہ دو: اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی اصل ہدایت ہے

وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِىۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ

اور (اے پیغمبر) اگر آپ اپنے پاس علم (یعنی اللہ کی وحی)

کے آجانے کے بعد بھی ان کی خواہش پر چلو گے

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۲۰﴾

تو آپ کو اللہ (کے عذاب) سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار

اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے

وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے

اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ

یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں

وَ مَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾

اور جو اس کی ناقدری (انکار) کررہے ہیں وہ خسارہ پانے والے ہیں

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

1

لَمْ یُبْعَثْ نَبِیٌّ قَبْلِیْ

مجھ سے پہلے جو بھی نبی (علیہ السلام) تشریف لائے انھوں نے

اِلَّا یُحَذِّرُ قَوْمَہٗ مِنَ الدَّجَّالِ الْکَذَّابِ

اپنی قوم کو دجال کذاب (کے فتنے) سے آگاہ کیا ہے

فَاحْذَرُوْہُ، فَاِنَّہٗ اَعْوَرُ،

سو تم بھی اس سے آگاہ ہو جاؤ، بے شک وہ کانا (ایک آنکھ والا) ہے

وَ اِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ

اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے

(مسند احمد، عن انس رضی اللہ عنہ)

2

مَا بَیْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ

آدم کی تخلیق سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک

اَمْرٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ

دجال سے زیادہ بڑا (فتنہ) کوئی نہیں ہے

(مسلم، عن عمران رضی اللہ عنہ)

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

حرفِ آرزُو

انجینئر مختار فاروقی

- پاکستان، بانیانِ پاکستان (علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح)، لیلۃ القدر میں آزادی کی نوید، قرآن مجید، نظامِ خلافت اور اسلام کا عالمگیر غلبہ، ایسے عنوانات ہیں جن کا آپس میں گہرا اور اَبدی وسرمدی تعلق ہے۔ پاکستان کے سیاسی، سماجی، معاشی اشاریے آج ان جذبات واحساسات کا گلا گھونٹ رہے ہیں جن اُمنگوں اور ولولوں کے ساتھ 1940ء-1947ء کی جدوجہد آزادی کے بعد پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔
- پاکستان کی نظریاتی شناخت کا گلا گھونٹنے کا کام کرنے میں سرفہرست برطانوی استعمار ہے، جس کے دوصد سالہ ناجائز غاصبانہ استعماری دور سے مسلمانوں نے نہ صرف خود آزادی حاصل کی بلکہ بھارت کو بھی اس منحوس استعمار سے نجات دلائی، جس کے بعد برطانیہ کمزور ہوکر رہ گیا، برطانیہ کو اس کا افسوس ہے۔ دوسرے نمبر پر یہود اور اس کے حواری ہیں، UNO ہے، امریکہ، فرانس اور انکے اتحادی ہیں۔ پاکستان کی نظریاتی شناخت کو نوچنے اور اس ملک کو بے آبرو کرنے میں عالمی مالیاتی ادارے، مغرب کی پروردہ NGO's، میڈیا (سوشل میڈیا اور ٹی وی چینلز، بعض تعلیمی ادارے اور پرنٹ میڈیا کا ایک بڑا حصہ) اور سیکولر ولبرل اندازِ فکر اور لائف سٹائل ہے۔
- موجودہ پاکستانی حالات میں مغرب کے پروردہ مذہب سیکولرازم، لبرل ازم پر ایمان لانے والوں کی ایک فوج ظفر موج ہے جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نفوذ کر کے مسلم یوتھ کو مغربی

لائف سٹائل سکھا رہے ہیں اور ہمارے ملک میں ٹی وی نشریات اور کلر ٹی وی آنے کے بعد سے تیسری نسل جوان ہو کر فیلڈ میں آچکی ہے جو مغربی ممالک کی طرح VALUELESS اور MORALLESS سوچ کی حامل ہے اور حیوانی سطح پر زندگی گذارنے کی صرف قائل ہی نہیں بلکہ اس کے فضائل بھی بتاتی ہے اور یہ کام وہ ثواب (مغربی ممالک اور اپنے آئیڈیل مغرب کی خوشنودی یا ویزہ یا وہاں سکالرشپ سکیم کے تحت کوئی سکالرشپ یا وہاں کی شہریت ملنے کی امید) سمجھ کر کر رہے ہیں۔ یہ طبقہ پاکستان سے کھاتا ہے مگر اپنی جائیداد مغربی ممالک میں بناتا ہے وہیں علاج کرانا ضروری سمجھتا ہے اور وہیں بڑھاپے کی عمر گذارنا ایک 'نیکی' (VALUE) سمجھتا ہے۔

◐ اندرونِ پاکستان اس مغربی سوچ پر ایمان رکھنے والوں اور علامہ اقبال و قائداعظم محمد علی جناح کے احسان مند (جو پاکستان کو اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ اور سیدنا محمد رسول ﷺ کی تعلیمات سمجھ کر امیدوں اور خوابوں کی زندگی گزار رہے ہیں) لوگوں کے درمیان ایک CLASH، تصادم اور نظریاتی جنگ کی سی کیفیت ہے۔ ہر آنے والا دن اس ملک میں مغربی یلغار کو مضبوط اور اسلامی نظریاتی شناختوں کو مدھم کر رہا ہے۔

◐ گذشتہ شمارہ کی سطور میں ہم نے مجوّز پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (جو قائداعظم کے مرشد اور نظریاتی آئیڈیل تھے) کے افکار کی روشنی میں پاکستان کے حالات کو علامہ اقبال کے وژن کے مطابق دوبارہ صحیح ٹریک پر لانے کے لیے کچھ اقدامات تجویز کیے تھے جس پر ملک بھر کے اہل علم اور دین کا درد رکھنے والے حضرات مثبت انداز میں رائے کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان سطور میں فی الحال ان آراء پر کوئی مثبت یا منفی اظہارِ خیال نہیں کیا جا سکتا البتہ علامہ اقبال کے نام سے موسوم اداروں سے متعلق اہل علم و دانش حضرات (اگر اپنی ہتک عزت نہ سمجھیں، جس کی پیشگی معذرت ہے) کی خدمت میں علامہ اقبال ہی کی ایک رباعی ذرا سی تعبیر کے فرق کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

بیا تا کارِ ایں امت بسازیم — قمارِ زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجد شہر — کہ دل در سینۂ مُلّا* گدازیم!

* یہاں قارئین کرام لفظ 'مُلّا' کی جگہ 'جملہ اقبال شناس حضرات' کو سامنے رکھیں۔ اس اشاعت کا مخاطب 'مُلّا' کم اور 'اقبالی' طبقہ زیادہ ہے۔

اسلام میں نصب الامام یعنی حکمران کے چناؤ کا تصوّر

مولانا محمد انور چیمہ ★

’نصبِ امام‘ کی اصطلاح ایک دینی اصطلاح ہے جو ہماری زبان اور بول چال سے کسی نے غائب کردی ہے آج کا نوجوان شاید ’نصبِ امام‘ سے کوئی یادگاری تختی اور پتھر لگانے کا تصور رکھتا ہو۔ درحقیقت ’نصب الامام‘ سے مراد اسلام مخالف ماحول اور ابلیسی رویوں کی بہتات کے دور میں مسلمانوں کی ایک ذمہ داری ہے کہ وہ بحیثیت مسلمان (درجہ بدرجہ علماء وعوام) اپنی اپنی ذمہ داری سمجھیں اور اسلام کے اجتماعی نظام (نظامِ مصطفیٰ ﷺ) کو نافذ کرنے کی جدوجہد کریں اور ایک ایسا باصلاحیت سربراہِ حکومت مسندِ اقتدار پر لا بٹھائیں جو اسلام کو نافذ بھی کرے اور اس کی نگرانی کرتے ہوئے عصرِ حاضر میں اسلام کے مطابق پاکستان جیسے ملک کو کامیابی سے چلا کر بھی دکھائے تا کہ ختمِ نبوت کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کے ابلاغ وتبلیغ اور نشر واشاعت کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ کماحقہ پوری ہوسکے۔ ’نصب امام‘ مسلمانوں میں سے اہل ترین انسان کو سربراہِ حکومت/بادشاہ/وزیرِ اعظم/صدر بنانا ہے کہ وہ اسلام کے عین مطابق مشورہ سے اُمورِ مملکت چلا کر اسلام کے دورِ بابرکت (قرونِ اولیٰ) کا نمونہ عصرِ حاضر میں ایک زندہ حقیقت کے طور پر سامنے لاسکے۔ اے اللہ! تو ہمیں اس کام کے لیے محنت کرنے کی توفیق دے اور ایسے سربراہ حکومت کو جلدی سامنے لا، تا کہ دینِ مصطفیٰ ﷺ کا غلبہ ہوسکے۔ آمین

وطنِ عزیز پاکستان میں سماجی، ثقافتی، تہذیبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی سطح پر دوقومی نظریہ اور پاکستان کا ’مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ‘ کی عینک لگا کر دیکھیں تو ہر دردمند مسلمان اور ذی شعور شہری کا دل ڈوبنے لگتا ہے۔ ہاں وہ لوگ اس جانکنی اور ہولناکی کی کیفیت سے مستثنیٰ ہیں جو قیامِ پاکستان سے پہلے ہی برطانوی/امریکی مغربی استعمار کے خاندانی نمک خوار چلے آرہے ہیں یا پاکستان بننے کے بعد سے امریکی

★ ایم ایس سی (ایگری)، فاضل اسلامک لا انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، فاضل درسِ نظامی جامعہ رضویہ فیصل آباد

نمک خواری کی چاٹ لگی ہے اور ان کی سوچ، اندازِ فکر، طرزِ بود و باش، لائف سٹائل، اخلاقی اور سماجی معیارات حتیٰ کہ حلال وحرام کی فہرست مغرب کی فراہم کردہ ہے۔ اُن کے لیے پاکستان میں اسلام اور اسلامی جذبہ کے حق میں کوئی نیک خبر بھی ان کے خوابوں پر بجلی بن کر گرتی ہے۔ ہمارے ہاں جیسے سادہ لوح مسلمان گناہوں کی بخشش کے لیے حرمین شریفین جانے کا اہتمام کرتے ہیں یہ امریکی نمک خوار تجدید عہد غلامی اور امریکی نمک کی پاسداری و وفاداری پر RENEWAL کی مہر لگوانے کے لیے امریکہ حاضری دینے اور WHITE HOUSE کی جالیوں کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہنے اور آنسو بہانے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ ملکی الیکشن میں حکمرانوں کا طریقۂ انتخاب بگڑتے بگڑتے حکمرانوں کی ترامیم سے ایسا بدصورت ہو چکا ہے کہ الصادق اور الامین کی اصطلاح ہمارے خودساختہ معزز ممبران کو 'گالی' لگتی ہے۔ ان حالات میں ایک دردمند عالم دین، جو خیر سے MSC ایگریکلچر بھی ہیں (1967ء) نے پاکستان میں جمہوریت کے لیے ووٹر اور امیدواران کے معیار سے متعلق قلم اُٹھایا ہے۔ ان کی تمام تجاویز اور رَشحاتِ قلم سے اتفاق نہ بھی ہو تو ان کی ہمت افزائی کے لیے ہم مضمون شائع کر رہے ہیں تاکہ بحث ومباحثہ سے شاید پاکستان میں حکمرانوں کے انتخاب کے لیے کوئی بہتر صورت اور طریقۂ کار سامنے آ سکے۔ یقیناً اللہ کے لیے یہ کام بہت آسان ہے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

مسجد میں سیاسی بات کرنا منع ہے۔ سیاست کیا اتنی ناپاک ہے کہ علماء کرام کو مسجد میں سیاسی گفتگو کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ شاید اس لیے کہ سیاسی گندگی سے مسجد کا ماحول گندہ نہ ہو جائے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو پھر ایسی گندی سیاست کے خلاف مسجد سے آواز کیوں نہیں اٹھائی جاتی۔ ایسے طریقۂ انتخاب اور ایسی خطرناک سیاست جس کے بارے میں گفتگو کرنے سے مسجد کا ماحول گندہ ہونے کا ڈر رہتا ہے اسے بدلنے کا کیوں نہیں سوچا جاتا۔ کیا مسجد کے علاوہ سارا ملک اس گندی سیاست سے ناپاک ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں؟ جیسے مسجد کی پاکیزگی اور طہارت مقدم ہے اس کے قریب قریب اسلامی ملک کا ماحول بھی پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ جب تک پاک صاف اسلامی طریقۂ انتخاب برائے نصب الامام اختیار نہیں کرتے اس وقت تک اس گندگی سے نہ مساجد بچ سکتی ہیں نہ اسلامی ملک کا ماحول بلکہ کسی باصفا درویش کی خانقاہ بھی نہ بچ سکے گی۔

پاکستان دنیا کا واحد اسلامی ملک ہے جو اس عہد و پیماں کے ساتھ وجود میں آیا تھا کہ یہاں اسلامی نظریات کو عملی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ مسلسل علماء کرام اور مشائخ عظام کی کوشش سے آئین پاکستان یہاں تک اسلامی بن گیا کہ کوئی قانون شریعت سے متعارض ہو تو کالعدم متصور

ہوگا (ترمیم 1979ء)۔اس کے باوجود ملک میں لاقانونیت، اسلام سے بغاوت،صرف نماز، روزہ،زکوٰۃ کواسلام کا تصور قرار دے دیا گیا ہے۔

موجود سیاسی ووٹنگ سے پے درپے نااہل حکمرانوں کا انتخاب ہوتا رہا جس طریقۂ انتخاب میں سر گنے جائیں تولے نہ جائیں اور دانشور وعقلمند کا ووٹ جاہل بدمعاش کے ووٹ کے برابر ہو وہاں نیک صالح،صادق، امین،خوفِ خدا رکھنے والے حکمران کا کیسے انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ایسے نااہل بے دین حکمرانوں کی وجہ سے پاکستان کو بہت سارے نقصانات پہنچے،جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:(1) عوام میں اسلام کے نفاذ کا جوش وجذبہ مدھم پڑ گیا۔(2) ماہر شریعت ناپید ہوگئے۔(3) سیاست دان طبقہ جاہلوں بدمذہبوں سے بھر گیا۔(4) مذہب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جانے لگا۔(5) بااثر لوگوں کے سامنے نااہل حکمران بے بس نظر آنے لگے۔ (6) مفاد پرست نااہل حکمرانوں پر شاطر غیرملکی کفریہ طاقتوں کا دباؤ بڑھ گیا جس سے مزید پیچیدگیاں بڑھ گئیں جن میں سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر پوری دنیا کے سامنے امریکی نمائندے نے پاکستانی نمائندوں اور تمام عالم اسلام ممالک کے سفارتی نمائندوں کے روبرو توہین رسالت یعنی ختم نبوت کے قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کردیا۔ پورے عالم اسلام کے موجودہ نمائندے خاموش تماشائی بنے رہے جبکہ قرآن کی آیت وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ (68:06) بار باران کی آنکھوں کے سامنے گھومتی رہی اور مسلمان نمائندے بھیگی بلی بنے بیٹھے رہے (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔

2۔ امریکی صدر نے 70 ارب روپے کی رقم ختم نبوت کے قانون کو کالعدم قرار دینے کی غیرت کُش شرط پر پاکستان حکومت کو پیشگی ادا کردی،جس پر گزشتہ برخاست شدہ حکومت نے ختم نبوت کے قانون پر تلوار چلا کر حلف نامہ کو اقرار نامہ میں تبدیل کردیا۔تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے سربراہان نے دستخط بھی کردیے اپنی غیرت کے ہاتھ کٹوائے۔اللہ بھلا کرے علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا جس نے اسلام آباد (فیض آباد) دھرنا دیا،عوامی پریشر سے اقرار نامہ پھر حلف نامہ کی صورت اختیار کر گیا۔

3۔ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ۔ نیویارک میں رابطہ عالم

اسلامی کا اجلاس ہوا۔ رابطہ عالم اسلامی ایک خالص اسلامی ادارہ ہے۔ کوئی کافر اس ادارے کا ممبر تک نہیں بن سکتا۔ اس کے اجلاس کی صدارت دنیا کے سب سے بڑے اسلام دشمن امریکی صدر ٹرمپ سے کرائی گئی۔ بات یہیں نہ رکی بلکہ امام کعبہ نے امریکی صدر ٹرمپ کے لیے کامیابی اور حفظ و امان کی اللہ کے حضور دعا فرمائی۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد، کجا ماند مسلمانی۔ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ ان سب امراض کی وجہ جمہوری انتخابات اور اسلام سے باغی آمریت ہے۔ ان بے راہرویوں کی وجہ سے عالمی سطح پر مسلمان بے وقعت و بے اثر ہو کر رہ گیا۔ ان تمام امراض کا حل ایک ہی ہے کہ نصب الامام (حکمران کا تقرر) کا طریقۂ انتخاب خلفاء راشدین والا اپنایا جائے تب کہیں جا کر کوئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا یا حیدر کرار رضی اللہ عنہ جیسا حکمران نصیب ہو سکتا ہے کہ آج حکومت سنبھالے اور صبح تک نظام سیدھا ہو جائے۔ جس طرح عمر بن عبدالعزیز نے آج سلطنت سنبھالی کل صبح ہوتے ہی ہر فرد نے اپنا حق اپنے پاس رکھا باقی حکومت کے حق میں سرنڈر کر دیا۔ عمر بن عبدالعزیز کی حکومت کا اتنا رعب و دبدبہ تھا کہ شیر (اشرافیہ) اور بکری (عوام) ایک گھاٹ پر پانی پینے لگ گئے۔ پاکستانی عوام کی نبض علماء کرام اور مشائخ عظام کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تمام علماء و مشائخ ایک پلیٹ فارم پر اکھٹے ہو جائیں جیسے بھٹو دور میں ہوا تھا، یہ ایک حزب اللہ ہے اسلامی انقلاب برپا کر کے نظامِ مصطفیٰ، خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم کر سکتے ہیں۔ 80 فیصد عوام مسجد و مدارس اور خانقاہوں سے جڑی ہوئی ہے اس بھاری ذمہ داری کا سوال قیامت کے دن علماء کرام اور پیرانِ عظام سے ضرور پوچھا جائے گا کہ یہ ذمہ داری آپ نے کیوں ادا نہیں کی؟ جس کا وہ کوئی جواب نہیں دے پائیں گے۔

نصب الامام کا موجودہ طریقۂ کار کیا ہمیں قرآن وسنت سے ملا ہے (معاذ اللہ) یا مغربی آقاؤں کے گماشتوں سے؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر بغداد فال ہونے تک خلفاء راشد یا امیر المومنین یا سلاطین میں سے کوئی اس مغربی طریقۂ انتخاب کو استعمال کر کے سربراہِ مملکت بنا ہے؟ جب کبھی موجودہ مغربی نظام جیسا غیر شرعی اور غیر معیاری طریقۂ کار نصب الامام کے لیے اختیار کیا گیا تو پھر یا تو یزید کھلوایا یا اندلس کھو بیٹھا یا بیت المقدس سے محروم ہوا یا گریٹ مملکت اسلام سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کروا بیٹھا اور رہی سہی کسر پاکستان کے دولخت ہونے میں نکل گئی۔

اس کا درد اُن سے پوچھیں جنہوں نے مدینہ منورہ ریاست کو خواب میں دیکھ کر پاکستان

بنایا یا یہ خواہشیں دل ہی میں لے کر شہید ہوئے یا ان دوشیزاؤں سے جنھوں نے اپنی عزت کی خاطر بھارتی درندوں سے بچ کر کنویں میں چھلانگیں لگا کر جان کی بازی لگا دی۔ وہ یہ سبق چھوڑ گئیں کہ جان جاتی ہے تو جائے، پرواہ نہیں، بچے یتیم ہوتے ہیں تو ہوں، ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھتا ہے تو منظور۔ سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہر کوئی تیار تھا صرف اس خاطر کہ ایسی ریاست نصیب ہوگی جس میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی طرز پر حکومتی راج ہوگا۔ چھ لاکھ مسلمان مرد و خواتین اس آرزو میں شہید ہوئے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ ایسا ملک بسانا چاہتے تھے جس میں قرآن وسنت کا نظام ہو۔ کتنی اسلام کی بیٹیوں کی صرف اس خاطر عزت لٹی اور کتنی عزت دار بیٹیاں کنوؤں میں چھلانگیں لگانے پر مجبور ہوئیں۔ یہ جملہ شہداء مرد و زن قیامت کے روز پاکستان کے سیاست دانوں کے گلے میں پٹکا ڈال کر پوچھیں گے بتاؤ تم نے ہمارے پاکستان میں کیا کیا گل کھلائے؟ کون سرخرو ہوگا؟ کون کیا جواب دے گا؟ جبکہ قرآن مجید نے خبردار کیا، بار بار زور کر سختی سے منع فرمایا کہ قرآن وسنت کے باغی فاسق و فاجر اور ظالم حکمرانوں کو اسلامی ریاست کی سربراہی اور اقتدار سے دور رکھو۔ وہ سربراہی کے لائق نہیں مسلمان ملک کا نقصان کریں گے۔ قرآن نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (44:05) اسلام کے منکرین قرآن وسنت کے باغی لوگ حکمرانی کے قابل نہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (45:05) اور تیسری جگہ فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (47:05)

قرآن وسنت کے تارک لوگ فاسق و فاجر اور ظالم ہیں انہیں حکومت کی باگ ڈور کے نزدیک نہ آنے دیا جائے۔ یہ قرآن کی نص سے ثابت ہے۔ خدائی حکم ہے۔ ہم عوام اس کی نافرمانی کر رہے ہیں ہم قیامت کے روز اس کا کیا جواب دیں گے۔ وہ لوگ جو ایسے معاشرے میں نماز روزہ وغیرہ میں مصروف، رات کو اللہ کے حضور سجدہ میں رو رو کر مصلّی آنسوؤں سے تر کر دیتے ہیں اور اس کا سیاسی نظامِ انتخاب پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے۔ جہاں بے نماز سیاست دان اس گناہ کے مرتکب عذاب کا شکار ہوں گے وہاں یہ خاموش تماشائی پکے نمازی بھی ان فاسق فاجر اور جھوٹے اور ملکی وسائل میں

خیانت کرنے والے حکمرانوں کو نہ ہٹانے کے جرم میں جواب دہ ہوں گے۔

آپ کا ووٹ بڑا قدر والا ہے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ گھی کو ریت پر نہیں انڈیلنا چاہیے۔ ووٹ بہت بڑی قیمتی قومی امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امانت اہل اور قابل لوگوں کو دیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (58:04) مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اہل کے سپرد کرو۔

دوسری جگہ بڑی سختی سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تمہیں علم ہے کہ یہ لوگ نا اہل ہیں پھر تم امانت میں خیانت کیوں کرتے ہو۔ قرآن مجید میں ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (27:08)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مال اولاد کی ہمدردی کی خاطر ایک قومی امانت میں خیانت ہوگئی۔ پھر کیا ہوا؟ جب انہیں اس غلطی کا احساس ہوا تو رات کے اندھیرے میں مدینہ منورہ داخل ہو کر مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ اپنے آپ کو کس کر باندھ لیا کہ جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف نہ کیا اسی طرح خود کو باندھے رکھوں گا۔ وہ ستون آج بھی موجود ہے جو یہ درس دے رہا ہے کہ قومی امانت میں خیانت نہ کرو۔ یہ ہے اہمیت ایک قومی امانت (ووٹ) کی۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو اس سبق آموز ستون کی زیارت نصیب کرے، آمین)

آج کے اس دور کے طریقہ انتخاب میں ووٹ کی حیثیت ایک قومی امانت کی حیثیت ہے سربراہ سلطنت کے انتخاب کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو اہم اور ضروری کام تھا کہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی تدفین کی جائے لیکن ایسا نہ کیا گیا کیونکہ اس سے بھی زیادہ اہم کام یہ تھا کہ تدفین سے قبل سربراہ مملکت (یعنی نصب الامام) کا انتخاب کر لیا جائے۔ (ایسے ہی قابل فخر لوگوں سے اللہ راضی ہو گیا) اسلامی جمہوری طریقہ (جس میں ووٹر کا بھی ایک معیار رکھا گیا) سے انتخاب ہوا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے۔ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تسلیم ورضا کے بعد تدفین کا کام مکمل کیا گیا۔ یہ سارا پروسس اس وقت کے لاکھوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تسلیم ورضا سے مکمل کیا گیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے الصادق والامین،

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے عادل ومجاہد، عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے حیا کے پیکر اور حیدرِ کرار اسد اللہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ اس دور میں ان کی تلاش خلفاء راشدین کی اقتدا اور پیروی ہے۔ جیسے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّهِمُ اقۡتَدَیۡتُم اهۡتَدَیۡتُمۡ ۔ ہدایت وفلاح اور تمام مسائل کا حل انہی کی پیروی میں پنہاں ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیے اصولوں سے تربیت حاصل کی ان میں بندہ بندہ الصادق الامین نظر آتا ہے جن کی ہم معنوی اولاد ہونے کے دعوے دار ہیں۔ مندرجہ ذیل مثال پر غور فرمائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو صوبہ حمص کا گورنر بنا کر بھیجا کچھ عرصہ بعد گورنر کی کارکردگی کا جائزہ لینے خود حمص گئے۔ لوگ اکھٹے ہوئے شکایات پوچھیں۔ کچھ شکایات سامنے آئیں۔ ایک شکایت عرض کیے دیتا ہوں کہ گورنر صاحب ہفتہ میں ایک روز اپنے دفتر دیر سے آتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے پوچھا گیا تو گورنر صاحب نے صاف بتایا کہ شکایت درست ہے لیکن چند مجبوریاں ہیں کہ میری بیوی معذور ہے کپڑوں کا ایک جوڑا ہے روٹی خود پکانی پڑتی ہے اور کپڑے بھی خود دھوتا ہوں اس لیے دیر ہو جاتی ہے۔ لوگ سن کر پریشان ہو کر چپ ہو گئے۔ اس کے بعد خلیفہ المسلمین نے زکوٰۃ کا رجسٹر منگوایا لسٹ دیکھی تو سرفہرست زکوٰۃ لینے والوں میں گورنر صاحب کا نام تھا۔ یہ دیکھ کر خلیفہ نے پوچھا تمہارا گورنر فقیر ہے؟ عملے نے عرض کی حضور کئی کئی دن گورنر کا چولہا ٹھنڈا رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ المسلمین نے گورنر کا وظیفہ مقرر فرمایا ہے۔ یہ ہے معیار نصب الامام کا۔ اس طرح کے امام کا انتخاب کرو۔

اسی طرح اندلس میں مسلمانوں کی حکومت تھی گورنر کی تقرری ہوئی۔ جب گورنر اندلس (سپین) جانے لگے جیسے آج کل ایئر پورٹ پر وزیر مشیر اکھٹے ہو کر پروٹوکول دیتے ہیں ایسے ہی اندلس کے نئے گورنر کو پروٹوکول دینے کے لیے لوگ اکھٹے ہوئے تو گورنر صاحب نے جاتے وقت سب کے سامنے اپنا مختصر سا سامان صرف ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ کھول کر لوگوں کو دکھایا کہ دیکھ لو کپڑوں کا ایک جوڑا اور چند ضروری اشیاء ہیں نوٹ کر لیں جب واپس آؤں گا تو یہی کچھ ہو گا۔ یہ

ہے معیار۔ یہ لوگ تھے الصادق اورالامین۔تب جا کرنیل کے ساحل سے لے کرتا بخاکِ کاشغر، زیورات سے لدی عورت رات کے اندھیرے میں بے باک سفر کرتی تھی۔

پاکستان کی 70 سالہ تاریخ سامنے رکھیں اس غیر اسلامی غیر معیاری بددیانتی اور غیراسلامی نصب الامام کے طریقۂ انتخاب نے پاکستان کے باسیوں کو ہوش نہیں آنے دی۔ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا صحت نے ساتھ نہ دیا، ان کے بعدنوسال پاکستان بغیرکسی دستور کے آپودھاپی کے عالم میں مجریہ 1853ء برطانوی قانون پرمکھی مارتے چلاتے رہے یہاں تک کہ پولیس ایکٹ 1868ء بھی من وعن ہی نافذ کردیا جوآج تک نافذ ہے جوانگریزحکمرانوں نے اپنے غلاموں کو کنٹرول کرنے کے لیے بنایا تھا۔ 9 مارچ 1948ء کوقراردادِ مقاصد تیار ہوئی۔ اس کا مسودہ جید علماء کرام جن میں مولانا شبیراحمد عثمانی، مولانا راغب احسن، مولانا عبدالحامد بدایونی، ڈاکٹرحمیداللہ، سردارعبدالرب نشتر وغیرہم شامل تھے، نے تیارکر کے اسمبلی میں پیش کروایا۔

نوسال کے بعدلولہالنگڑا دستور بنا ہی سہی تو بندوق چلتی چلتی ملک کو چلانے لگ گئی۔ اس ساری کارکردگی کے پیچھے یہی گندی سیاست شرفاء، صادق، امین، نمازی پرہیزگارلوگوں سے پاک یہ سیاسی گاڑی چلتی رہی، غنڈا گردی کے الیکشن ہوتے رہے۔البتہ اس دور میں علماء مشائخ دستورسازی میں اپنا حصہ ڈالتے رہے۔علماء ومشائخ کا ایک معیاری کام 'اون ریکارڈ' موجود ہے حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں جسٹس عبدالرحمٰن چنگیزصاحب کوغلام محمد گھوٹوی کے پاس دستورکا خاکہ تیارکرنے کے لیے بہاولپور بھیجا۔ جناب جسٹس صاحب اورغلام محمد گھوٹوی صاحب نے خاکہ تیارکیا۔خدامعلوم اسے دفترکی الماریاں کھاگئیں یاردی کی ٹوکری کی نذرکردیا گیا۔

اس کے بعدجنوری 1951ء کراچی میں 33 علماء کرام نے 22 نکاتی دستاویز کودستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔علماء کرام نے اپنا کام جاری رکھا لیکن اس جمہوری تماشہ نے کچھ پلے نہ پڑنے دیا جب بچا کھچا پاکستان عوام کے ہاتھ لگا توعوامی نمائندوں نے بھی اس غیر معیاری بددیانتی پرمبنی نصب الامام کا طریقۂ انتخاب سول مارشل لاء کے سہارے زندہ رکھا۔اس دور کے علماء کرام و مشائخ عظام بالخصوص جناب مفتی محمودصاحب اورمولانا شاہ احمدنورانی قابل ذکر ہیں، نے دن رات محنت کر کے 1973ء کا آئین تیارکروایا جس کے نتیجہ میں مرزائی اقلیت قراردیے گئے اور

اسلامک سمٹ (SUMMIT) کا انعقاد ہوا جس سے کفر کی دنیا ہل گئی۔ کفر کی ملتِ واحد نے سر جوڑ کر اس کا توڑ تلاش کیا۔ نالائق نااہل بددیانت سربراہ لائے گئے قوم کو IMF کے قرضوں اور امریکی USAID کی افیون پر لگا لیا اور آج تک یہی حال ہے۔ پوری اُمت مسلمہ اس لاعلاج مرض میں مبتلا ہے جو قوم کو ایک بہت بڑی خون خرابے کی جنگ کی طرف لے جا رہی ہے اسے غزوۃ الہند کہہ لیں الملحمۃ الکبریٰ سمجھ لیں۔

ایسا جمہوری نظام طریقہ انتخاب جس میں نیک سیرت انسان کا حصہ لینا معیوب سمجھا جائے صرف دولت مند بے حساب سیم وزر کا مالک ہی انتخابات کے خرچے برداشت کر سکے علماء ومشائخ عظام کی ہار کفر کی دنیا کو خوش آئند لگے۔ فحاشی وعریانی کو کامیابی کا حصہ گردانا جائے جس طریقہ انتخاب میں اخلاق سوز اور شرافت سوز ہتھ کنڈے استعمال کیے بغیر کامیابی حاصل کرنا ناممکن سمجھا جائے۔ یہ کونسی جمہوریت ہے جس میں ضمیر فروشوں کی بولی کی منڈی لگے اور پارٹی کے کامیاب اراکین کے ساتھ انڈر ہینڈ مفادات کی ڈیل کی جائے۔

حضرت قائد اعظم کے جانثار ساتھی مرزا احسن اصفہانی 1946ء میں کلکتہ کی صوبائی سیٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے کہ مخالف امیدوار نے زرضمانت /150 روپے لے کر بیٹھ جانے کی آفر کرائی جس سے مرزا احسن اصفہانی بلامقابلہ سیٹ جیت سکتے تھے۔ لیکن قائد اعظم کو علم ہوا تو اپنے جانثار ساتھی کو منع فرمایا کہ مقابل امیدوار سے ڈیل ہرگز نہ کی جائے یہ گناہ ہے۔ اگر آج کی جمہوریت سے سبق یافتہ ہوتا تو ایک منٹ نہ لگاتا فوراً ڈیل کر لیتا۔ ایسے جمہوری طریقہ انتخاب میں کامیاب اراکین سے خیر کی توقع رکھنا ایسے ہی جیسے شر میں سے خیر کی تلاش کرنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ جمہوری طریقہ انتخاب اتنا ناقص ہے کہ جس میں صادق، امین، نمازی، پرہیزگار اور متشرع سربراہ کا چناؤ ناممکن ہے تو اس مروّجہ طریقہ انتخاب کی جگہ کونسا طریقہ انتخاب اپنایا جائے۔ اوّل شرط اہل ترین افراد کے انتخاب کے لیے ”اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ“ ہے۔ دوسری شرطِ لازم اس ارشادِ نبوی میں بیان ہوئی ہے ”اِنَّا لَا نُوَلِّیۡ ھٰذَا مَنۡ مَالَہٗ وَلَا مَنۡ حَرَصَ عَلَیۡہِ“ ہے یعنی ہم اس کو حاکم نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرے اور نہ اس کو جو اس کی حرص رکھتا ہو۔ اسلام نے اس کا متبادل طریقہ انتخاب بتایا جس کے تحت

خلفائے راشدین کے انتخابات ہوتے رہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصب الامام کے لیے جو اصول مقرر فرمائے ان کی روشنی میں انتخابات کرائے جائیں خلفاء راشدین کے انتخابات میں کسی عورت نے اپنی رائے نہیں دی اور نہ ہی خلیفہ یا سربراہِ مملکت بننے کی اپنی خواہش ظاہر فرمائی۔ قرونِ اولیٰ سے لے کر متقدمین تک کبھی کسی مسلمان عورت نے سربراہ مملکت بننے کی خواہش کا اظہار نہ کیا۔ مندرجہ ذیل اصول کے تحت الیکشن کروائے جائیں تو یقیناً نتائج نیک برآمد ہوں گے۔

حکمران کے لیے شرائط

1۔ وہ مسلمان جو قرآن کی تفہیم پر پوری قدرت رکھتا ہو۔ 2۔ اسلام کو سب سے افضلیت دے۔ 3۔ تجربہ کار ہو۔ 4۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں سب سے بہتر ہو۔ 5۔ صاف ستھرے حسب ونسب کا مالک ہو۔ 6۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو۔ 7۔ سزایافتہ نہ ہو۔ 8۔ اقوامِ عالم پر غلبہ اسلام کا داعی ہو۔ 9۔ سب سے اہم معیاری خصلت جو امیدوار کے لیے شرط اوّل ہو کہ وہ کس قماش کا بندہ ہے۔ علاقہ میں نیک سیرت و نیک شہرت کا مالک ہوں۔ 10۔ وزرا کا انتخاب اس طرح ہو کہ محکمہ کے وزیر کا چناؤ اسی شعبہ کے ٹیکنو کریٹس کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ میڈیکل فیلڈ کا ماہر ریونیو ڈیپارٹمنٹ کا وزیر بن جائے۔ 11۔ کم از کم تعلیم M.A یا L.L.B. ہو۔

اسی طرح محکمہ تعلیم کا وزیر ماہر تعلیم ہو جو ایجوکیشنسٹ کے ووٹوں سے منتخب کیا گیا ہو۔ کسی زمانہ میں پاکستان میں ایسا ہوتا رہا ہے۔

جہاں حکمران کے انتخاب کے لیے اصول مقرر ہیں وہاں ووٹر کے لیے بھی صاحب الرائے ہونا ضروری ہے۔ ہر بندہ رائے دینے کا حق نہیں رکھتا۔ اس لیے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ موجودہ جمہوری طریقۂ انتخاب میں حق تلفی ہوتی ہے کہ ایک اَن پڑھ، چور، جاہل، بے دین کا ووٹ ایک نیک سیرت، جہاں دیدہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ کے ووٹ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ یہ کونسی جمہوریت کا انصاف ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ہر آدمی اس معیار پر نہیں اترتا کہ وہ حق رائے دہی رکھتا ہو۔ اس کے لیے ووٹر کا کم از کم

مندرجہ ذیل معیار تو ہونا چاہیے

1۔ تعلیمی معیار = کم از کم میٹر کولیٹ ہو۔

2۔ دینی معیار = قرآن مجید کا علم رکھتا ہو کم از کم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو سمجھتا ہو۔

3۔ کردار کا معیار = صوم و صلوٰۃ کا پابند، دیانتدار، سچا انسان ہو۔

4۔ سیاسی سوج بوجھ رکھتا ہو۔

ہر ایک کو برابر کا حق رائے دہی کا حاصل ہونا ظلم سے کم نہیں۔

نصب الامام کے اس مسئلے کا آخری اور اللہ کریم کا پسندیدہ حل یہی ہے کہ پاکستان کے بڑے بڑے جید علماء کرام اور مشائخ عظام سر جوڑ کر مل بیٹھیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں موجودہ جمہوری طریقۂ انتخاب میں ردّ و بدل کر کے اجتہاد کی صورت میں ایک خاکہ بنا کر قومی اسمبلی میں لے جائیں جیسے جنوری 1951ء میں 33 علماء کرام نے اپنے 22 نکات کراچی دستور ساز اسمبلی میں پیش کیے تھے اور حکومت کو عوام کے ذریعے مجبور کر دیں کہ وہ اس اجتہاد کے تحت انتخابات کروانے کی منظوری دے۔ تب جا کر کہیں خوش حال پاکستان کی بات ہوسکتی ہے ورنہ ایک لوٹ کر چلا جائے گا دوسرا لوٹنے کے لیے آجائے گا صرف طریقہ واردات بدلے گا۔ دولت کی لوٹ مار سے ایمان کی لوٹ مار زیادہ خطرناک ہے۔

اسلام کی فکری اور عملی تاریخ بھی یہی بتا رہی ہے کہ ہر دور میں ایسے بے شمار چیلنجوں اور مبارزوں کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔ دور جدید کا سب سے بڑا مسئلہ جمہوری طرز حکومت کے انتخابات ہیں جس کا واحد حل اجماع ہے جو اسلام میں نئی قانون سازی کی اصل بنیاد ہے۔

مستقل بنیادوں پر اس کا حل تعلیمی نصاب میں تبدیلی کی جائے میجر سبجیکٹ قرآن اور سنت ہوں اور ہر فرد کو میٹرک تک تعلیم لازمی قرار دی جائے تا کہ ووٹر کی عمر تک پہنچتے ہوئے ہر فرد قرآن وسنت کے احکامات سے واقف ہو جائے۔

؎ اہل ہوس میں گرم ہے پھر جنگ اقتدار
شعلوں کی زد میں سارا گلستان ہے دوستو!

فتنۂ دجّال کے منحوس دور کی ایمان سوز کالی گھٹائیں

4 سورۃ الرحمٰن میں دجّالی دور کے واقعات کی جھلک

انجینئر مختار فاروقی

قرآن مجید کی سورۃ الرحمٰن اپنے صوتی آہنگ کے لیے مشہور ہے ہی، جسے خواص وعوام دلچسپی سے سنتے ہیں، اس کے مضامین میں بھی ایک خاص قسم کی جدت، تنوّع اور حسن پایا جاتا ہے۔ اسی سورۃ میں ایک خاص آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ 31 مرتبہ آئی ہے اور تقریباً ہر دفعہ اپنی ماسبق آیت سے معنوی ہم آہنگی کی نسبت سے نئے معنی رکھتی ہے۔

سورۃ الرحمٰن کے معاً بعد سورۃ الواقعہ ہے۔ یہ دونوں سورتیں ترتیب مصحف میں بھی ساتھ ہیں اور مضمون کے اعتبار سے بھی 'جڑواں' سورتیں (یعنی بہنیں) ہیں دونوں کے مضامین ایک عکسی ترتیب (MIRROR IMAGE) سے آئے ہیں۔ دونوں سورتوں میں محاسبہ اُخروی اور جنت/دوزخ میں جانے کا ذکر ہے کہ 'انسان' اور 'جن' کائنات میں دو 'جواب دہ' (ACCOUNTABLE) مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل درآمد پر مکلّف ہونے کے باوصف اختیار رکھتے ہیں کہ چاہیں تو مانیں اور چاہیں تو نہ مانیں۔ یہ صورت حال فرشتوں کے معاملے سے قطعی مختلف ہے۔ فرشتے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (06:66) کے پابند ہیں جبکہ جن اور انسان بااختیار (جوابدہ اور قابل مواخذہ) مخلوق ہیں جن کے 'بدلہ' کا ذکر ہے جو جنت اور دوزخ کی اَبدی زندگی کی صورت میں نکلے گا۔ اس کے لیے قیامت کا دن ہے جب

تمام انسانوں (اور جنوں) کو دوبارہ زندہ کر کے حساب لیا جائے گا۔

'جن' انسانوں سے پہلے 'آگ' سے پیدا کیے گئے تھے جبکہ آدم علیہ السلام 'مٹی' سے بنائے گئے۔ انسان جسد خاکی کے ساتھ ایک روحانی وجود بھی رکھتا ہے جو 'روح' یا خودی یا ضمیر اور CONSCIENCE کہلاتا ہے اور یوں انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔

اس سورت کے بھی دوسرے رکوع میں انسان اور جنوں کے 'شریر' (EROTIC) طبقات کا ذکر ہے۔ مزید برآں سورۃ ق کے دوسرے رکوع میں ذکر ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک 'قرین' لگا دیا جاتا ہے یہ جنات میں اچھے یا برے جن ہیں اچھے 'جن' انسانوں کو اچھی باتیں سکھاتے اور بھلائیوں کی طرف راغب کرتے ہیں جبکہ شریر جن اپنے شریر انسانوں کو مزید برائیوں کی طرف راغب کرتے ہیں اور برائیوں ہی میں یکتائے زمانہ بنا دیتے ہیں، قرآن مجید کی آخری سورۃ کی آخری آیت میں مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ میں ایسے ہی ساتھیوں کی طرف اشارہ ہے۔ گویا جب کوئی انسان ذرا سا بدنیت یا شرپسند (EROTIC) ہوتا ہے تو اس کا شریر ساتھی جن اس کو کھینچ کر مزید برا بننے میں اس کی مدد کرتا ہے اور نئے نئے مافوق البشر گُر سکھاتا ہے۔ خیر اور شر ہر دور میں رہا ہے۔ اس میں بھی بہت سے طبقات ہیں آخری پیغمبر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے اعلانِ ختم نبوت (سورۃ الاحزاب، نزول 6ھ) کے بعد جب ان کو خیبر سے بھی مزید شمال کی طرف دھکیل دیا گیا تھا یہ شریر انسان اور اس آسمان کے نیچے شریر ترین مخلوق طبقہ یہود (بنی اسرائیل) جو پہلے 600 ق م کے بعد سے قتل انبیاء کے گھناؤنے جرم کے مرتکب چلے آ رہے تھے اور آسمانی ہدایت کو چھپانے کے ماہر تھے اور حضرت محمد ﷺ کو بھی نیچا دکھانے کے لیے بدر، اُحد اور دیگر مواقع کی طرح جنگ خندق میں بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تھے اور اپنے شریر قرینوں کی نصیحتوں اور مشوروں پر چل رہے تھے اب یکدم پینترا بدل کر ختم نبوت کے بعد جھوٹے نبیوں کے مُوجد، بنانے والے، پالنے والے اور مختلف علاقوں میں بھیج کر ان کی سرپرستی کرنے والے بن گئے۔

اس سورۃ الرحمٰن کے دوسرے رکوع میں جنوں اور انسانوں کے اسی طبقے اور اس کے اتحادی، خوشامدی، زیر کفالت طبقات کی طرف اشارہ ہے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ O فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O

"اے جنو اور انسانو! (ختم نبوت کے مرحلے سے فارغ ہوکر قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لے کر اور حضرت محمد ﷺ کو عرب پر کامل غلبہ دے کر نیز اُمت مسلمہ کو ایک شارعِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر ڈال کر) اب تمہارے لیے فارغ ہوا چاہتے ہیں (اے گروہِ انس و جان) تم اپنے رب کی کون کونسی قدرت، طاقت اور شان کو جھٹلاؤ گے"۔

(یاد رہے کہ ان دو آیات سے قبل یہی آیت ہے کہ کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ۝ یعنی اس ذاتِ حق ـــــ الرحمٰن کی ہر روز، ہر دور، ہر زمانے میں آسمانی ہدایت اور اس کے ماننے والوں کی حفاظت و صیانت کے واسطے ایک نئی آن اور شان ظاہر ہوتی ہے۔)

اسی جگہ ہمارے نزدیک آپ ﷺ کے دور مبارک سے لے کر قربِ قیامت تک کے شریر گروہ بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا طبقہ اور ان کے ساتھ غیر مرئی طاقتیں ٹیکنالوجی اور شریر جنات مراد ہیں۔ اگلی چار آیات میں گویا عصر حاضر میں صہیونیت (ZIONISM) کی شرانگیزیوں کی خدا بیزار اور انسان دشمن اور وحی دشمن سرگرمیوں کی طرف اشارات ہیں۔ آج سے 500 سال قبل تک کا عام انسان ان اشارات کو اتنی تفصیل سے نہ سمجھ پایا ہوگا جتنا آج کا تعلیم یافتہ انسان کہ ان آیات میں دشمن (شریر جن وانس) پر کس کس طریقے پر تبصرہ کر کے ان کے ناپاک منصوبوں کو سامنے لیا گیا ہے۔

قربِ قیامت کے اس دجالی دور کی تفصیلات ذرا سامنے رکھیں عالمی طاقتوں اور ان کے سرپرستوں پر نظر ڈالیں نیو ورلڈ آرڈر پر غور کریں کرونا وائرس کی حالیہ وبا کے نتیجے میں دنیا کو کمزور کر کے ZIONS کس طرح روئے ارضی کے تمام ممالک پر اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط تر کر رہے ہیں اور ان آیات میں دنیا کے اس صہیونی امیر ترین طبقہ، ملٹی نیشنلز کے مالک ڈالروں میں ارب پتی خاندانوں کے منصوبوں کو کیسے ظاہر کیا جا رہا ہے۔ یہ طبقہ اب زمینی حالات سے مایوس ہو کر اپنی دولت کے سہارے چاند پر بستیاں بسانے کے چکر میں ہے۔ سیٹلائٹ ٹیکنالوجی کے ذریعے زمین پر کنٹرول کرنے کا منصوبہ انٹرنیٹ کی عالمگیریت سے واضح ہے آیئے ان آیات کا ترجمہ دیکھتے ہیں۔

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ

الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ O فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O
یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ O فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O (55:33-36)

''اے گروہِ جن وانس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، اور (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ٹیکنالوجی کے) زور کے سوا تو تم نکل سکتے ہی نہیں۔ تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا تو پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے''۔

گویا دجال کے آنے پر خیر و شر کی جنگ فضاؤں میں بھی لڑی جائے گی اور سیٹلائٹ سے کنٹرول ہوگی۔ مغربی طاقتوں نے اس 'خطر' اور 'امکان' کے پیش نظر یا GUILTY CONSCIENCE کے سکون کے لیے گذشتہ نصف صدی سے STAR WARS کا تصور عام کیا ہے اور اس کے فروغ کے لیے عوامی سطح پر فلمیں، ڈرامے، NGO'S اور لٹریچر عام کیا ہے تاکہ لوگ اس سے مانوس ہوسکیں۔

یہودیوں کے 'مسیح موعود' جو مسلمانوں کے نزدیک مسیح الدجال ہوگا (وہ اصفہان سے نکلے گا۔ بحوالہ مسلم شریف)۔ جب مسلمانوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق سے ظاہر ہو کر فلسطین، تل ابیب اور LYDA ایئربیس آئیں گے اس وقت کی لڑائی کا تصور کریں۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحیثیت رسول دی گئی غیر مرئی طاقتیں اور معجزانہ قوتیں اپنی انتہا پر ہوں گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں حالیہ LASER ٹیکنالوجی سے کہیں اوپر ایسی طاقت ہوگی کہ جہاں تک نگاہ جائے گی بنی اسرائیل اور ان کے حواریوں کے گروہ ہلاک ہوتے جائیں گے۔

اسی موقع پر 'دجال' جو یہودیوں (بنی اسرائیل) ہی کا ایک لیڈر، رہنما اور عظمت کا نشان ہوگا اس کی سواری کا کیا حال ہوگا۔ اس کی سواری (آج کا ایک بڑا ہوائی جہاز) ہوگی جس کے پروں (WINGS) کے درمیان 40 ہاتھ (کوئی 80 یا 90 فٹ) کا فاصلہ ہوگا۔ وہ مختلف ممالک

اوراتحادیوں سے رابطے کے بعد فلسطین آئے گا اس کا لاؤلشکر (فائٹر طیارے بمبار طیارے ہیلی کاپٹر وغیرہ) اس کے ساتھ ہوگا۔ اس وقت زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود ہوں گے۔ ایک جنگ ہوگی یہ جنگ زمین پر بھی لڑی جائے گی فضاؤں میں بھی سیٹلائٹ سے کنٹرول ہوگی اور دنیا میں بڑی تباہی آجائے گی۔ اس جنگ کے نتیجے میں بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا (فاسق) طبقہ ہلاک ہوجائے گا (القرآن)۔ دجال بھی قتل ہوگا اس کے سارے اتحادی اور آج مغرب کے گُن گانے والے سارے طبقات ختم ہوجائیں گے اور دنیا سے ایک دفعہ 'شر' کا خاتمہ ہوجائے گا اور دنیا امن و سکون و آشتی کے ساتھ خداشناس، وحی شناس، انسان دوست، اخلاق دوست، آسمانی ہدایت کی رہنمائی میں حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ایک نئے دور کا آغاز کرے گی۔

اس بابرکت دور میں بے حیائی، عریانی، ناچ گانا، لبرل فنکار، سیکولر دانشور، شراب، بدکاری، اخلاقی بے راہ روی، سود، جواء، سٹہ (سٹاک ایکسچینج) کے بغیر ایک پُرامن معاشرہ وجود میں آئے گا اور دنیا دلی طور پر مطمئن زندگی گذارے گی۔ اللہ کرے جلدی ایسا ہو۔ آمین

اظہارِ تعزیت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

حکمت بالغہ کی مجلس مشاورت کے ایک اہم رُکن

نامور شاعر، ادیب (لندن۔ برطانیہ میں مقیم) مبلّغ اسلام اور فرزند جھنگ

جناب علامہ محمد فیاض عادل فاروقی

02 نومبر 2020ء کو اس دارِفانی سے بہ عمر 72 سال رحلت فرما گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے اہل خانہ و اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری خطاؤں سے درگزر فرما کر

اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

(ادارہ)

صفحات: 128 قیمت: Rs.200
ناشر: ادارہ مبشرات،
پوسٹ بکس نمبر 126، I-10، اسلام آباد

تصویر اِک فتنۂ عالمگیر

حرمت تصویر ـــــ حکمتیں اور بصائر

(آٹھویں قسط)

تالیف: جناب احسن عزیز شہید

صورت پسندی کی آخری منزل، جب صورت ہی مستقل محبوب و مطلوب بن جاتی ہے

بہر حال قوموں کے ان دونوں طبقات میں تصویر نے اپنی طبعی رفتار کے ماتحت اصل کو پردۂ نسیان میں چھپا کر زبردستی خود اس کی جگہ سنبھال لی اور اس طرح دونوں جگہ اس نے توحیدِ مطلب کی جڑیں اُکھاڑ کر شرک کی بنیادوں کو مستحکم کر دیا۔ متدین اقوام میں شرکِ عبادت پیدا کر دیا اور متمدن اقوام میں شرکِ عادت۔ پھر یہ شرک بھی اس تصویر پسندی کا درجۂ اوّلیں ہے۔ صورت پسندی کی آخری منزل یہ ہے کہ بلا شرکت غیرے صورتیں ہی حقائق کی جگہ سنبھال کر بالاستقلال خود ہی مقصودیت کی شان پیدا کر لیں۔ چنانچہ مذہبی اقوام کے سامنے اصنام ہی مستقل حاجت روا بن کر قبلۂ قلوب ہو گئے اور تمدنی قوموں کے سامنے فوٹو اور تصویریں ہی مستقل محبوب و مطلوب بن گئے۔

آج کوئی ڈیزائن اور نمونہ مقبول نہیں جس میں تصویر کو دخل نہ ہو، کوئی رسالہ جاذبِ نظر نہیں جب تک تصاویر اور خصوصاً عریاں تصاویر سے مزین نہ ہو، گویا ادبی رسالوں کی جان اب بجائے عُلوِّ مضامین کے، رنگینیٔ تصاویر قرار پا گئی ہے۔ 'علم' میں طاقت نہیں کہ لوگوں کی جیبوں سے پیسے گھسیٹ سکے، مگر 'تصویر' اپنی خالص محبوبیت کی بنا پر یہ جذب و کشش ضرور رکھتی ہے کہ تجارتوں کو

فروغ دے سکے، دکانوں کی رونق بڑھائے اور لوگوں کا وقت اپنے اوراق کے لیے خرید سکے۔

روحانیت کے تمام لذیذ مشاغل سے بے پروا
___مادیات کی کثافتوں میں مشغول!

خلاصہ یہ نکلا کہ تصویر بالخاصہ حق پسندی سے ہٹا کر بہ سہولت باطل پسندی کی ذہنیت پر لے آتی ہے، واقعی جذبات کو بے ثمرہ بناتے ہوئے انجامِ کار عاقبت کی بہرہ مندیوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

پس کہاں تو انسان___ کتمِ غیب سے نکل کر عالمِ شہود میں اس لیے آیا تھا کہ ہر حسی شاہد سے کنارہ کش ہو کر غیب کے قلبی مشاہدوں میں مصروف ہو، ہر صورت سے اِعراض کر کے حقیقت کی طرف جائے اور ہر باطل سے نگاہ ہٹا کر حق کی طرف دوڑے تاکہ اس کا لگاؤ فانی کے بجائے باقی سے ہو اور اس طرح وہ خود بھی باقی بن جائے اور اسے اپنی اصل سے وابستگی رہے___ اور کہاں ان تصاویر کی بدولت، اس کج رہی میں گرفتار ہوا کہ غیب کے ہر مرتبہ سے کنارہ کش ہو کر اس نے محسوسات ہی کو اپنا قبلۂ نظر بنالیا، مخفیات کے ہر خزانہ سے محروم ہو کر حسیات ہی کو منظورِ نظر کر لیا اور روحانیت کے تمام لذیذ مشاغل سے بے پروا ہو کر مادیات کی کثافتوں میں دھنستے رہنا ہی اپنا سب سے زیادہ لذیذ مشغلہ قرار دے لیا۔ یہاں تک کہ جب باقیاتِ صالحات سے اعراض کر کے فانی چیزوں میں جا پھنسا تو اپنی اصل سے منقطع ہو کر خود بھی بے اصل بن گیا۔

شناسانِ 'حقیقت' کا تصویر سے معاملہ

اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر اگر بارگاہِ حق کے حقیقت شناس اور اس کے حقیقت رس قلوب، صورتوں سے بے لگاؤ اور تصویروں سے متنفر ہوں تو کون سی جائے تعجب ہے؟

ملائکہ جیسے حقیقت شناسانِ بارگاہِ حق، تصویروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

لاتدخل الملائکۃ بیتًا فیہ کلب و لا تصاویر (بخاری و مسلم)

''جس گھر میں کتا اور تصاویر ہوں اس میں ملائکہ داخل نہیں ہوتے۔''

حضرت خاتم الانبیاء ﷺ جیسے حقیقت شناسِ بارگاہِ قدس کا ان رسوم و نقوش کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟

أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَکُنْ یَتْرُكُ فِی بَیْتِهٖ شَیْئًا فِیهِ تَصَالِیبُ اِلَّا نَقَضَهُ (بخاری)

''نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی شے جس میں تصویر ہو بلا توڑے نہیں چھوڑتے تھے۔''

حق تعالیٰ شانہ تصویر سازوں کے ساتھ یوم آخر میں کیا طریق عمل اختیار فرمائیں گے؟

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ القِیَامَةِ الَّذِینَ یُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللّٰهِ (وفی روایة، اَلْمُصَوِّرُوْنَ) (البخاری)

''یوم قیامت میں سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو خدا کی شان تخلیق میں اپنے کو اس جیسا بنانا چاہتے تھے۔ (یعنی مصورین)۔''

'تصوریں' تو کجا ـــــ 'صورتوں' کے متعلق بھی منشائے حق یہ ہے کہ انھیں مستقلاً مرکز التفات نہ بنایا جائے

یہ تو صورتوں کی 'تصویروں' کے متعلق ارشاداتِ شریعت تھے، لیکن حقائق کی تصویریں جو خود ہماری 'صورتیں' ہیں، ان کے متعلق بھی منشائے حق یہ ہے کہ ہم انہیں مستقلاً مرکز التفات نہ بنا دیں:

ان اللّٰه لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم ونیاتکم (الحدیث)

''اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا، لیکن وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے (جو تم میں غیب کی چیزیں ہیں)۔''

اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انسان کا بلاشرکت غیرے، اصل وجود اور اپنی حسی کائنات کی اصل الاصول کے فکر و دھیان میں رہنا جب ہی ممکن تھا کہ صورتوں سے اپنی حسی آنکھ بند کر کے فہم و فراست اور قلب کی آنکھ کھولے تاکہ غیبی وجود اور مخفی اسرار اس کے مشاہدے میں آسکیں۔

صورتوں سے قطع تعلق کیے بغیر ـــــ حقائق الٰہیہ کی طرف توجہ، دشوار و ناممکن ہے

پس اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ نکلا کہ صورتوں کی تصویریں تو بالکلیہ ناقابل التفات اور تشتُّت کی جڑیں ہیں ـــــ! رہیں قدرتی صورتیں سو ـــــ گو کچھ نہ کچھ عارضی واقعیت رکھتی ہیں، لیکن پھر بھی تم کائنات کی اس حسی اور صوری خوشنمائی سے یکسو ہو کر اس کی حقیقی خوبی کو تو جہات

کا مرکز بناؤ۔ بلکہ پھر ان حقائق سے بھی قطع نظر کر کے اُس حقیقت الحقائق تک پہنچنے کی سعی کرو جو تمام کمالات و جمالات کا سرمنشا اور حقیقی خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے 'شہود' سے ہٹا کر 'غیوب' کی طرف انسان کو بڑھانا چاہا ہے ——— 'اجسام' سے ہٹا کر 'حقائق' کی طرف اور بالآخر 'مخلوقاتی حقائق' سے بھی ہٹا کر 'حقائق الٰہیہ' کی طرف لانا چاہا ہے ——— جن کا مشاہدہ بجز صورتوں سے قطع تعلق کیے ہوئے، دشوار و ناممکن تھا۔

پس کہاں اسلام کی یہ حقیقت رسانی اور حق نمائی کہ بطون در بطون اور غیب در غیب کی طرف بڑھا کر انسان کو حقیقت سے ہم کنار کر دیا، اور کہاں انسانی تخیل کی یہ کج راہی کہ نمائش و زیبائش اور نمود در نمود کی طرف دھکیل کر انسان کو حق اور حقیقت سے بعید و بیگانہ محض کر دیا، حقیقۃ الحائق سے جدا کر کے جزوی حقائق پر، اور ان سے بھی بے بہرہ بنا کر صور و اَشکال پر، اور پھر ان سے بھی ہٹا کر تصویری خدوخال پر لا کھڑا کیا۔ پس وہاں اگر اصل الاصول تک پہنچ جانے کی وجہ سے توحید در توحید حاصل ہوتی تھی تو یہاں غیر حق کی طرف بڑھتے چلے جانے سے شرک در شرک پیدا ہو گیا، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ تصویر اِشراک کی جڑ ہے اور صورت پسندیاں انسان کی توحید کو بجائے خود کبھی باقی نہیں چھوڑ سکتیں، تو یہ ایک بجا اور مطابقِ واقعات دعویٰ ہوگا۔

کامل موحّدین نے انسان کو ———
صورتوں اور اشکال میں اِنہماک سے دور رکھا

اس لیے اگر توحید پسند طبقہ مطلقاً تصویر کا دشمن اور اِس سے متنفر ہو تو یہ اُس کا ایک قدرتی جذبہ اور فطری حق ہے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام جیسے کامل موحدین نے انسان کو انہماکِ صور و اَشکال سے دُور دُور رکھنا ہی اپنے مسلک کا ایک جلی اور روشن نشان قرار دیا ہے اور انہوں نے:

1۔ تصویر ذی روح کو حرام قرار دیا۔

2۔ ملائکہ کی نفرت اس سے ظاہر کی۔

3۔ خود اپنا بغض اس سے بتلایا۔

4۔ فن تصویر سازی اور مصور پر لعنت کی۔

5۔ تصویر بنا دیے جانے پر اس کے مٹا دینے کی تعلیم دی۔

فاروق اعظم ؓ نے شجرۃ الرضوان جیسے متبرک شجرہ کو کٹوا دیا کہ کہیں اس سے صورت پرستی کی بنیاد نہ پڑ جائے۔ مطاف مقدس میں حجرِ اسود کو یہ جتلا کر چوما کہ: ''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جس کے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ ضرر۔ اگر میں اللہ کے رسول ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھتا، تو تجھے ہرگز نہ چومتا''۔ تاکہ حجر پرستی کی اساس نہ قائم ہو جائے، اور اس لیے آنحضرت ﷺ نے قبورِ انبیاء کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر لعنت کی کہ مبادا اس ذریعہ سے اس مہلک صورت پرستی یا صنم پرستی کی بنیاد نہ قائم ہو جائے اور اس طرح ایک مسلم حنیف، حقیقت سے دور نہ جا پڑے۔

پس اسی لیے حقیقت شناسانِ باطن نے تصویر پسندوں اور صوت دوستوں کو ایسے مظان سے بھی بچانے کی سعی کی ہے جہاں ان کے گرفتارِ صورت ہو کر بعید از حقیقت ہو جانے کا ذرا سا بھی خطرہ تھا۔

صورت پسندی، تصویر دوستی ــــ اسلامی مقاصد کے منافی اور اس کے بنیادی مقصد 'رجوع اِلی الغیب' یا 'سیر اِلی اللہ' کی راہ میں ایک عظیم الشان رکاوٹ ہے

غرض صورت پسندی، تصویر دوستی، تصویر سازی، تصویر بازی ــــ اسلامی مقاصد کے منافی اور اس کے بنیادی مقصد، رجوع الی الغیب یا سیر الی اللہ کی راہ میں ایک عظیم الشان رکاوٹ ہے۔ اس لیے کم از کم مسلم قوم کا اپنی حقیقت پسندانہ ذہنیت کو چھوڑ کر صورت پرستانہ جذبات پیدا کر لینا، بلاشبہ قلب ماہیت اور قلب موضوع ہے۔ حق تعالیٰ توفیق دے کہ ہم صحیح اسلامی جذبات کا احترام کریں اور کم سے کم ایسی پگڈنڈیوں سے کترا کر چلنے کی سعی کریں جو اسلامی شاہراہ سے دور پھینک رہی ہوں اور منزلِ مقصود کو بعید سے بعید تر بنانے میں جادو کا اثر رکھتی ہوں''۔ (مولانا قاری محمد طیب، تصویر اسلام کے آئینے میں، مجموعہ رسائل حکیم الاسلام، جلد اول)

> ؎ ہاتھ کی دستک سے جو دَر نہیں کھلتا کبھی
> دستِ قدرت بڑھ کر دیوار گرا دیتا ہے

2

کیا حفظ قرآن کریم کی تعلیمی اہمیّت سے انکار ممکن ہے؟

(گزشتہ سے پیوستہ)

ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری
(اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی لاہور)

معتبر انگریزی اخبار ڈیلی ٹائمز (Daily Times) کی ۲۹ جون ۲۰۲۰ء کی رپورٹ اس حوالے سے چشم کشا ہے جو درج ذیل عنوان سے شائع ہوئی: Students Come Forward as Sexual Harassment Cases Rife in LGS (لاہور گرامر اسکول میں بکثرت ہونے والے جنسی ہراسانی کے واقعات پر طالبات کا سامنے آنا)۔ اشراق کے مقالہ نگار کے بقول: ''مدارس کاروباری نفسیات سے آزاد ہوتے ہیں۔ عطیات اور چندے کے پیسوں سے مدارس کے اخراجات چلائے جاتے ہیں۔ تعلیم مفت ہے۔ مفت میں دی چیز احسان مندی کا تقاضا کرتی ہے اور احسان مند کا استحصال کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔''(۱۶)

پیش نظر لاہور گرامر اسکول میں تعلیمی سال کو چار حصوں میں تقسیم کرکے ہر ایک کو رُبع (Quarter) کا نام دیا جاتا ہے۔ اسکالرشپ کے بغیر یہاں پڑھنے والے ہر طالب علم سے ایک رُبع کی فیس ایک لاکھ روپے سے صرف دو ہزار کم یعنی ۹۸۰۰۰ روپے لی جاتی ہے۔ اتنی بھاری بھرکم فیسوں اور اعلیٰ شعوری درجہ رکھنے والے اس اسکول سے متعلق اخلاقی حوالے سے ہوش ربا باتیں پچھلے کئی سالوں سے گردش میں رہی ہیں۔ لیکن وہاں پڑھنے پڑھانے والوں کے معاشرتی مقام کے پیش نظر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ روزنامہ ڈیلی ٹائمز کی ۲۹ جون کو شائع ہونے

والی رپورٹ پڑھنا شروع کی تو سچی بات ہے ایک استاد، ایک الفاظ ومعانی سے آشنا فرد اور ایک باپ کی حیثیت سے حوصلہ بالکل جواب دے گیا۔ حقائق تک رسائی کے خیال سے بمشکل تمام اسے مکمل کیا تو جن حقائق سے آگاہی ہوئی انھیں قلم پر لانا مشکل ہوگیا۔ نور العین علی نے اشرافیہ کے اس اسکول برائے طالبات کی جن غیر اخلاقی باتوں کا ذکر کیا وہ اسلامی مدارس اور ان کے نظام پر بے جا تنقید کرنے والوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی سے زیادہ ہیں:

1۔ اساتذہ اور دفتر کے ذمہ داران طالبات کے حوالے سے غیر مہذب اور غیر شائستہ زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔

2۔ نامناسب طریقے سے طالبات کے جسم کو دست گردی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

3۔ تیرہ سے انیس سال (Teenagers) کی طالبات کو اساتذہ اور دفتر کے ذمہ داران کی طرف سے تہذیب سے عاری تصاویر بھیجی جاتی ہیں۔

4۔ ایک طالبہ نے ہیڈ مسٹریس سے شکایت کی کہ (رپورٹ میں بدمعاشوں کے نام لکھے ہیں لیکن راقم یہاں ان ناموں کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتا) فلاں استاد کو آپ نے میرا ٹیوٹر کیوں مقرر کیا ہے وہ تو ہر وقت میری چھاتی پر نظریں جمائے رکھتا ہے میں کرسی پر بیٹھی ہوں تو میری کمر پر تھپکیوں کے بہانے ہاتھ پھیرتا ہے میں اس حرکت سے بچنے کے لیے اپنی کرسی پرے کرتی ہوں تو وہ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے آپ تو میری بیٹیوں کی طرح ہیں۔ مختصراً یہ کہ وہ بہت بیمار ذہن کا آدمی تھا۔

کیمسٹری سائنس کا ایک اہم مضمون ہے۔ اس مضمون کے استاد بارے ایک طالبہ نے بتایا کہ وہ اکثر طالبات کی کمر پر ہاتھ پھیرتا رہتا۔ طالبات میں سے ہر کوئی اس سے دور رہنے کی کوشش کرتی۔ کیا کہوں کیمسٹری کا استاد بہت بکواس انسان بلکہ زیادہ درست یہ ہے کہ گندہ آدمی تھا۔

لاہور اور پاکستان کے دیگر بڑے شہروں کے نامور نجی (Private) اسکولوں اور کالجوں کے طلباء وطالبات کو مستقبل کی سیاسی ذمہ داریاں اُٹھانے کے قابل بنانے کے لیے فرضی پارلیمان یعنی Model یا Mock Parliament منعقد کی جاتی ہے، اس کے لیے کسی بڑے شہر کے بڑے ادارے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ پورے پاکستان سے طلباء وطالبات کی ایک بڑی تعداد اپنے

اساتذہ کی زیرنگرانی اس میں شرکت کے لیے آتی ہے۔ مستقبل کے لیے حقیقی قیادت تیار کرنے کے لیے MUN (Model United Nations) یعنی فرضی اقوام متحدہ کے اجلاس کسی بڑے تعلیمی ادارے میں منعقد کیے جاتے ہیں جس میں مختلف اداروں سے آئے طلباء و طالبات کو ایک وفد کی شکل دے کر کسی ملک کی نمائندگی کے لیے کہا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں طرح کے اجلاس ایک خاص طرح کے ماحول میں کئی دنوں تک جاری رہتے ہیں۔

1/1A-LGS کے ایک خوش شکل اور خوش گفتار استاد جو سیاسیات کی اعلیٰ ڈگری رکھتے ہیں وہ Mock Parliament اور MUNs کے لیے کئی سالوں سے طلباء و طالبات کو وطن عزیز کے مختلف شہروں حتیٰ کہ بیرونِ ملک بھی لے جاتے رہے ہیں۔ ان کے حوالے سے ایک طالبہ نے بتایا کہ میں ابھی اٹھارہ سال کی نہیں ہوئی تھی کہ MUN Coach نے مجھے اپنا دوست بنالیا۔ جب میں نے اٹھارہ سال کا سنگ میل عبور کرلیا تو وہ مجھے ایک دن اپنی تنہائی میں لے گیا اور میری عصمت کا لبادہ اتار پھینکا۔ میں تو بچی تھی ناتجربہ کار تھی لیکن وہ تو بچہ نہیں تھا۔ اس سب کے باوجود میں اسے دوست ہی سمجھتی رہی۔ پھر یہ معمول بن گیا۔ میں طالبہ ہونے کی وجہ سے خاموش رہی۔ ایک دن اپنی خواہش پوری کرنے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا تم ٹھیک ہونا؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ یہ سننا تھا کہ اس نے مجھے تھپڑ دے مارا۔ میں اپنے استاد کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے خاموش رہی۔ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس کی دست درازی پر میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ لیکن یہ میں نے اسے کافی دفعہ بتایا کہ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ چونکہ سب کچھ وہ محفوظ جگہ پر کرتا تھا اس لیے اسے پروا نہیں تھی کہ کوئی اسے پوچھے گا۔ اس نے یہ حقیقت مجھ پر واضح کردی تھی اس نے عمر میں مجھ سے چھوٹی بہت سے طالبات کی پاکیزگی کو بھی تباہ کیا تھا۔ وہ یہ سب کچھ مجھے بتاتا رہتا تھا۔ میری طرح کے تجربے سے گذرنے والی چار طالبات کو تو میں ذاتی طور پر جانتی ہوں۔ یہ MUN Coach کئی سالوں سے طالبات کو MUNs میں لے جا کر ان کی معصومیت سے کھیلتا رہا ہے۔ وہ شہر اور ملک سے باہر تعلیمی دوروں اور ہم نصابی سرگرمیوں کے مقابلوں کے اسفار میں الکوہل پیتا اور ہمیں (کم عمر بچیوں کو) پلاتا۔ ایک طالبہ کو اس نے اتنی الکوہل پلائی کہ وہ مدہوش ہوگئی تو پھر اس نے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ دفتر میں اچھے عہدے پر فائز ایک معروف اداکار کی

بیوی خاص طور پر اس طرح کے معاملات پر پردہ ڈالتی۔ ہم کئی سالوں تک دفتر میں شکایت کرتے رہے۔ وہ الٹا یہ کہہ کر ٹال دیتی: These girls are shameless and go after a bachelor (یہ بے حیا لڑکیاں ایک کنوارے لڑکے کے پیچھے پڑی ہیں)۔ بین الاقوامی دوروں پر طالبات مکمل طور پر اس کے رحم وکرم پر ہوتیں تو وہ خاص طور پر انھیں اپنی ہوس کا نشانہ بناتا۔ ہر کلاس میں وہ اپنے شکار کو تاڑ لیتا لیکن بچیاں استاد کے احترام اور رُعب کی وجہ سے کھلونا بنی رہتیں۔ بے بسی میں وہ اسے صرف پلے بوائے (Playboy) کہہ پاتیں۔ وہ سولہ سال سے کم عمر طالبات کا بھی لحاظ نہ کرتا۔ چھوٹی بچیوں نے کافی دفعہ اس کی شکایت کی لیکن دفتر والوں نے کبھی بچیوں کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔

کیمسٹری کے استاد بارے ایک طالبہ نے بتایا کہ وہ ہمیشہ ہوس ناک نگاہوں سے طالبات کو تاڑتا رہتا۔ جسم کے مختلف حصوں پر بہانے بہانے سے ہاتھ لگا کر اذیت دیتا رہتا۔ ایک اور طالبہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ تو اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر بہت قریب کیا اور بوسہ لیا۔ میں استاد کے سامنے بے بس تھی۔ پھر ایک دوست کی مداخلت سے میری جان چھوٹی۔ استاد کے اذیت ناک رویے کی وجہ سے میں نے اس کی کلاس پڑھنا چھوڑ دی جس سے میں کیمسٹری میں بہت پیچھے چلی گئی۔ وہ طالبات سے بات کرتے ہوئے جان بوجھ کر اپنے مخصوص اعضاء سے کھیلتا رہتا۔ دفتر کے ایک کارندے نے بھی اس بہتی گنگا سے صرف ہاتھ نہیں دھوئے بلکہ کئی دفعہ اشنان کیا اور بہت سی معصوم کلیوں کو روندا۔ میں نے اپنے بھائی کو اس اذیت ناک احساس کا کچھ حصہ بتایا تو اس نے دفتر کے اس کارندے کو کھری کھری سنائی۔ حالانکہ میں ایسا نہیں چاہتی تھی کیونکہ اس طرح میرا تعلیمی نقصان ہوسکتا تھا۔ اگر کوئی متاثرہ مظلوم لڑکی ___ ایکٹر کی بیوی کے پاس ___ دفتر میں شکایت لے کر جاتی تو وہ الٹا ڈانٹنے لگتی کہ تم اپنے کپڑوں کا دھیان رکھا کرو۔ چست اور آدھے بازو والی قمیض پہن کر اسکول نہ آیا کرو۔ حالانکہ ہم تو اسکول کا مجوزہ یونیفارم ہی پہن کر آیا کرتے۔ یہ کام LGS میں گذشتہ کئی سالوں سے جاری ہے۔ سوشل میڈیا پر بات آنے کے بعد بہت سی سابقہ طالبات نے اپنے بھیانک تجربات بلاکم وکاست بتا کر اسے ایک مکمل رپورٹ بنانے میں مدد دی۔ ایک سابقہ طالبہ نے بتایا کہ LGS کی پرنسپل اس گندے کاروبار کی سب سے بڑی سرپرست ہے۔ اسی

لیے اپنے چار گنا شریک دوستوں کے جانے پر وہ افسردہ ہے۔ پرنسپل نے دُکھ اور نیک خواہشات کے ساتھ ان گندی مچھلیوں کو رخصت کیا۔ اس ساری قیامت کے بعد صرف چار شیاطین کو ایک غیر واضح الزام کا ذکر کر کے فارغ کیا گیا۔ Terminated due to breach of Code of Conduct ''ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی پر فارغ کر دیا گیا''۔

جب یہ معاملہ سوشل میڈیا پر آیا تو پانچ ہزار (۵۰۰۰) سے زیادہ سابقہ طالبات نے ان شیاطین کے خلاف ایک دستاویز پر دستخط کیے۔

ستم ظریفی: یہ سارا معاملہ ہی دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور کلیجے کو پاش پاش کرنے والے واقعات پر مشتمل ہے لیکن جس انداز اور الفاظ کے ساتھ ان شیاطین کو فارغ کیا گیا وہ اپنی جگہ ایک ستم ظریفی ہے۔ ان کا قصور صرف اتنا بتایا گیا کہ: Breach of Code of Conduct (ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی)۔

ان بھیڑیوں کی درندگی کو کس قدر نرم الفاظ میں چھپا دیا گیا۔ ان کے Termination Letter کی زبان سے بھی پرنسپل اور انتظامیہ کا خبثِ باطن اور شیاطین کے لیے نرم گوشے کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کو مستقبل کے لیے نیک خواہشات سے بھی نوازا گیا ہے۔

اگلے دن ۳۰ جون ۲۰۲۰ء کو روزنامہ DAWN نے اسی معاملے پر ایک تفصیلی مضمون شائع کیا: Harassment Scandal as School in Lahore Raises Alarm Over Safety (جنسی ہراسانی کا اسکینڈل، لاہور کے ایک اسکول نے (طالبات کی عدم تحفظ پر) گھنٹی بجا دی)۔ اس میں صاحب مضمون نے ڈیلی ٹائمز کی مضمون نگار نور العین علی کی تحقیق کے نکات کو دہرانے کے ساتھ بتایا کہ نظر بازی 1/1A-LGS کے مرد اساتذہ اور دفتر میں کام کرنے والوں کا عمومی وطیرہ ہے۔ یہاں اساتذہ اور اسٹاف کے بیہودہ رویے کی شکایت کرنے والی طالبہ کو ہی بدنام کر دیا جاتا ہے۔ ڈان کے مضمون نگار کی رائے کے مطابق اس طرز کے تمام اسکولوں کا یہی حال ہے۔ ایک طالبہ نے صاحب مضمون کو بتایا کہ میں نے اساتذہ اور دفتری عملے کی بدنظری اور دست درازیوں سے بچنے کے لیے عبائیہ پہننا شروع کر دیا لیکن بدنامی کے ڈر سے کسی کی شکایت نہیں کی۔ اس طرح کے بوائز اسکولوں کے طلبہ کے گروپ کرونا وباء کے ان دنوں

میں بھی اجتماعی زیادتی کی مختلف کارروائیوں میں ملوث ہیں۔

محولہ بالا ساری رپورٹ پڑھتے اوراس کے کچھ حصوں کواس تحریر کا حصہ بناتے ہوئے محسوس ہوا کہ تہذیبِ مغرب کے ان علمبرداروں کے ہاتھوں انسانیت شرم سار اور تہذہب سر جھکائے کھڑی ہے۔ اشراق کے مقالہ نگار نے حفظِ قرآن کریم کے مدارس۔ جن کی بنیاد ہی تقویٰ اور خدمت دین کے جذبے پر رکھی جاتی ہے۔ وہاں ذریت ابلیس کے درآنیوالے اِکادُکا نمائندوں کے کارناموں کو بنیاد بنا کر مدارس کے وجود، حفظ قرآن کریم کی ساڑھے چودہ سوسالہ روایت، اور اِنَّـا نَـحْـنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (۹:۱۵) سے مستنبط فرض کفایہ سے روگردانی کی بات تو کی لیکن جہاں ایک، دو، چار، نہیں اَن گنت معصوم کلیوں کو بھاری فیس لیکر بھی روند دیا جاتا ہے، ان سے متعلق ایک لفظ بھی ان کے قلم سے نہ نکلا۔ دو معتبر انگریزی اخبارات کی رپورٹ کے مطابق یہ انسانیت سوز عمل اشرافیہ کی طالبات کے لیے مخصوص اسکولوں میں ہوتا ہے تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وطن عزیز کی مستقبل کی قیادت جن گودوں میں پروان چڑھے گی، اشرافیہ کے یہ اسکول ان مقدس گودوں کو تقویٰ، معصومیت اور پاکیزگی سے محروم کررہے ہیں۔

ایک لمحے کے لیے رُک کر اگر غور کیا جائے کہ مغربی تہذیب کے علمبردار، ان اسکولوں سے تعلیمی حوالے سے کیا صلاحیت حاصل ہوتی ہے جس کے لیے یہ لوگ -/3,92,000 روپیہ سالانہ ادا کرتے ہیں؟ وہ صرف غلط سلط انگریزی زبان بولنے کی صلاحیت ہے۔ اس ایک صلاحیت کے حصول کے لیے اتنی بھاری فیس کے ساتھ عصمت، تہذیب، کرداراور حقیقی خوداعتمادی کی قربانی ایک مہنگا سودا ہے۔ ع دیکھو انھیں اگر دیدۂ عبرت نگاہ ہو

اشراق کے مقالہ نگاراور محترم قارئین سے التماس ہے: ؎

ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا اب جس کے دل میں وہی پائے روشنی

مقالہ نگار کے بقول حفظ قرآن کریم ہر کسی کے لئے واجب نہیں ہے۔ فرماتے ہیں: ’’پورے قرآن مجید کا زبانی یاد کرنا واجب عمل نہیں ہے اور کسی غیر واجب کام کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔‘‘ (۱۷)

اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ حفظ قرآن کریم ہر مسلمان کے لئے واجب نہیں ہے

لیکن ایک طالب علم کے تعلیمی سلسلے کے اہم مرحلے کے طور پر اس کی اہمیت سے کسی صاحب عقل کو انکار نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹیوں میں سے ایک جامعۃ الازہر کے شیخ الجامعہ کا یہ قول زبان زد عام ہے: من لم یحفظ القرآن ھو لیس بازھری
''جو حفظ قرآن کریم کی دولت سے محروم ہے وہ ازہری نہیں ہوسکتا''

الازہر کے نظام میں ہر مقامی طالب علم کے لیے پرائمری میں کچھ پارے یاد کرنا ضروری ہیں۔ ان حفظ شدہ پاروں کے امتحان میں کامیابی کے بغیر پرائمری سرٹیفکیٹ کا اجرا نہیں کیا جاتا۔ اجزائے قرآن کریم کی تعداد بڑھتے بڑھتے گریجویشن میں ۱۲ پارے اور پی ایچ ڈی تک پورا قرآن کریم حفظ کر کے اس کے امتحان میں کامیابی ایک لازمی تقاضا ہے۔ اشراق کے مقالہ نگار کے بقول تو ''یہ ایک غیر واجب عمل ہے اور کسی غیر واجب کام کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا جاسکتا'' (۱۸)

ایک ہزار سال سے قائم یونیورسٹی کے ماہرین تعلیم جس چیز کو لازم قرار دے رہے ہوں، اگر کوئی ایک شخص اپنے تعصب، لاعلمی یا کسی خاص ایجنڈے کی ترویج کے لئے اسے غیر واجب قرار دے تو یقیناً اس کی رائے محترم نہیں رہتی۔

اشراق کے مقالہ نگار پنڈی وال ہیں اور پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے قریب ہیں۔ انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی سے واقف ہوں گے۔ وہاں بھی ایم فل کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے کوئی سے دو پاروں کے زبانی امتحان میں کامیابی ضروری ہے۔ اسی طرح وہاں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لیے تین پاروں کے حفظ کے امتحان میں کامیاب ہونا لازم ہے۔ اگر حفظ قرآن کریم کا عمل اتنا غیر اہم ہوتا تو اس وقت ہزاروں کی تعداد میں یورپ اور امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے بچے آن لائن حفظ قرآن کریم کی دولت حاصل نہ کر رہے ہوتے۔

مقالہ نگار نے متن قرآن کی بے سمجھے تلاوت و حفظ قرآن کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے جو مثال پیش کی ہے وہ حروف مقطعات الف، لام، میم کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اس مفہوم کی حدیث سے بے سمجھ تلاوت و حفظ کے جواز پر استدلال سوء فہم ہے، جس میں 'الف لام میم' کی تلاوت پر تیس نیکیوں کی ضمانت دی گئی ہے۔ یہ طرز تکلم تشویق پیدا کرنے کے لئے ہے، نہ کہ بے سمجھ تلاوت کی ترغیب دینے کے لئے۔ ا، ل، م کو بطور مثال ثواب کا حجم بتانے کے لئے

استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بات کسی طرح درست قرار نہیں دی جا سکتی کہ قرآن جس کا مقصد ابلاغِ معنی ہے، اسے بے سمجھ پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔'' (۱۹)

یہاں اس نکتے کی جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ حدیث مبارکہ میں تین حروف کی تلاوت کے ثواب کی بات کی گئی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ الف، لام، میم، کا شمار تو حروف مقطعات میں ہوتا ہے جن کے معانی سے کسی کو واقفیت ہے بھی نہیں۔ یہاں ان حروف کی مثال ہی اس لئے دی گئی ہے تا کہ قرآن کریم کی مجرد تلاوت سے بھی اللہ رب العزت کی خوشنودی کو نمایاں کیا جا سکے۔

حروفِ مقطعات: قرآن کریم کی چند سورتوں کے شروع میں مذکور حروف مقطعات کے معانی و مفہوم سے متعلق پیر محمد کرم شاہ (۱۹۱۸۔۱۹۹۸ء) نے لکھا: ''میرے نزدیک احسن قول یہ ہے کہ **الم** اور دیگر حروف مقطعات ''سرّ بين الله ورسوله'' ہے۔ یہ وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان ہیں۔'' (۲۰) پیر صاحب کی رائے کا لب لباب یہ ہوا کہ حروف مقطعات کے معانی اللہ اور رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ اللہ اور رسول کے علاوہ سب کے لئے ان حروف کے معانی پردہ اخفا میں ہیں۔

جاوید احمد غامدی (پ ۱۹۵۱ء) نے حروف مقطعات بارے اپنے رائے یوں ظاہر کی ہے: ''۔۔انہیں حروف مقطعات کہتے ہیں۔۔ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ ان کے معنی کیا ہیں؟ اس باب میں سب سے زیادہ قرین قیاس نظریہ برصغیر کے جلیل القدر عالم اور محقق امام حمید الدین فراہی کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عربی زبان کے حروف تہجی چونکہ اصلاً عرب قدیم میں رائج وہی حروف ہیں جو صرف آواز ہی نہیں بتاتے بلکہ چینی زبان کے حروف کی طرح معنی اور اشیاء پر بھی دلیل ہوتے تھے اور جن معانی یا اشیاء پر دلیل ہوتے تھے، انھی کی صورت پر لکھے بھی جاتے تھے۔'' (۲۱)

غامدی صاحب نے خط تمثالی (Pictography) کے نظریے پر اپنے اطمنان کا اظہار کرتے ہوئے اپنے اس بیان کو البیان کی چوتھی جلد میں بھی دہرایا ہے۔ (۲۲)

جاوید غامدی تو اپنے اس نقطہ نظر سے آگے نہ بڑھ سکے لیکن امین احسن اصلاحی (۱۹۰۴۔۱۹۹۷ء) نے اس حوالے سے کوئی قطعی بات کہنے سے معذوری ظاہر کی ہے اور اس پر ایک منطقی بحث کے بعد کچھ نتائج اخذ کیے ہیں۔

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: ''چونکہ الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں اس وجہ سے ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں...... یہ ان سورتوں کے نام ہیں...... ان ناموں کے معانی کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنا بڑا مشکل ہے۔ (۲۳)

اصلاحی صاحب بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ان حروف کے معانی کی جستجو کو غیر اہم قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''جب ایک شے کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ یہ نام ہے تو پھر اس کے معنی کا سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ نام سے اصل مقصود مسمّٰی کا اس نام کے ساتھ خاص ہو جانا ہے، نہ کہ اس کے معنی۔ (۲۴)

قرآن کریم کی تفہیم کے حوالے سے حروف مقطعات کے معانی کی جستجو کو کارلا حاصل قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: ''کم از کم فہم قرآن کے نقطۂ نظر سے ان ناموں کے معانی کی تحقیق کی تو کوئی خاص اہمیت نہیں''۔ (۲۵)

مذکورہ حروف کے معانی کی تلاش میں جن علما و محققین نے اپنی اٹکل یا جستجو کے گھوڑے دوڑائے اصلاحی صاحب اسے بے فائدہ قرار دیتے ہیں: ''بہت سے پچھلے علماء نے ان ناموں پر غور کیا اور ان کے معنی معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ ان کی جستجو سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا'' (۲۶)

اصلاحی صاحب نے ان حروف کی تحقیق کو مستحسن لیکن ان کے معانی تک انسانی علم کی نارسائی اور قرآنی علم کی ناقابل بیان اور ناقابل تصور گہرائی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اگر اس کوشش سے کوئی حقیقت واضح ہوئی تو اس سے ہمارے علم میں اضافہ ہوگا اور اگر کوئی بات نہ مل سکی تو اس کو ہم اپنے علم کی کوتاہی اور قرآن کے اتھاہ ہونے پر محمول کریں گے۔'' (۲۷)

تلمیذ فراہی کی درج ذیل رائے تو علوم انسانی، فہم انسانی اور ادراک انسانی کی حدود کا واضح تعین کر دیتی ہے۔ قرآنی حروف کے معانی تک انسانی علم و فہم کی نارسائی کو بھی وہ قرآن کے معجزے سے تعبیر کرتے ہیں: ''اپنے علم کی کمی اور قرآن کے اتھاہ ہونے کا یہ احساس بجائے خود ایک بہت بڑا علم ہے۔ اس احساس سے علم و معرفت کی بہت سی بند راہیں کھلتی ہیں۔ اگر قرآن کا پہلا ہی حرف اس عظیم انکشاف کے لئے کلید بن جائے تو یہ بھی قرآن کے بہت سے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہوگا۔ یہ اسی کتاب کا کمال ہے کہ اس کے جس حرف کا راز کسی پر نا کھل سکا اس کی پیدا

کردہ کاوش ہزاروں سربستہ اسرار سے پردہ اٹھانے کے لئے دلیل راہ بنی‘‘ (۲۸)

اصلاحی صاحب نے اس سلسلے میں مسلمان علماء کی چودہ سو سالہ کاوشوں کو کسی مضبوط بنیاد سے محروم اور نا قابل ذکر گردانا ہے: ’’ان حروف پر ہمارے پچھلے علماء نے جو رائیں ظاہر کی ہیں ہمارے نزدیک وہ تو کسی مضبوط بنیاد پر مبنی نہیں ہیں۔ اس وجہ سے انکا ذکر کرنا کچھ مفید نہیں ہوگا‘‘۔ (۲۹)

صاحب تدبر نے فراہی صاحب کی رائے کو بیان ضرور کیا لیکن غامدی صاحب کی طرح اسے حرفِ آخر نہیں بلکہ جادۂ تحقیق کی ایک کرن قرار دیا ہے: ’’استاد امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اصل مسئلہ اگرچہ حل نہیں ہوتا لیکن اس کے حل کے لئے ایک راہ کھلتی ضرور نظر آتی ہے‘‘۔ (۳۰)

اصلاحی صاحب اپنے بیان کو مکمل کرتے ہوئے بھی صاحبِ نظام القرآن کی رائے کو ایک غیر حتمی نظریے سے زیادہ اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں: ’’میرے نزدیک اس کی حیثیت ابھی تک ایک نظریے سے زیادہ نہیں۔ اس پر ایک نظریے سے زیادہ اعتماد کر لینا صحیح نہیں ہوگا۔‘‘ (۳۱)

سیّد مودودی (۱۹۰۳ء۔۱۹۷۹ء) بھی ان حروف کے مفہوم پر غور و تدبر اور تحقیق و جستجو کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: ’’ظاہر ہے کہ نہ تو ان حروف کا مفہوم سمجھنے پر قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کا انحصار ہے اور نہ یہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے معنی نہ جانے گا تو اس کے راہ راست پانے میں کوئی نقص رہ جائے گا۔ لہٰذا ایک عام ناظر کے لئے کچھ ضروری نہیں کہ وہ ان کی تحقیق میں سرگرداں ہو۔‘‘ (۳۲)

پانچ صاحب طرز اور مختلف الرائے (غامدی صاحب اپنے استاذ امام سے اور اصلاحی صاحب امام فراہی سے اختلافی آراء رکھتے ہیں) مفسرین قرآن ـــ حمید الدین فراہی، سید مودودی، امین احسن اصلاحی، پیر محمد کرم شاہ، جاوید احمد غامدی ـــ میں سے تین اس رائے سے متفق ہیں کہ حروفِ مقطعات کے معانی تک انسانی علم، فہم اور تحقیق کی رسائی نہیں ہے۔ راقم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب ہے کہ حدیث مبارکہ میں حروف مقطعات کی مثال اسی لئے دی گئی تا کہ ثابت ہو سکے کہ قرآن کریم کی مجرد تلاوت بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

حدیث مبارکہ: ’’تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ اِنِّی مُکَاثِرٌ الْاَنْبِیَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃ‘‘

(۳۳) کے ترجمہ میں مقالہ نگار نے ــــ زیادہ کے بجائے قابل فخر بچے پیدا کرنے کا ــــ جو تکلف کیا ہے اور معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے، اہل علم اس سے آگاہ ہیں۔ پھر اگلے ہی پیرا گراف میں اپنے پچھلے بیان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اگر آپ ﷺ نے آبادی بڑھانے کی ترغیب میں درج بالا ارشاد فرمایا تھا تو یہ قرین قیاس ہے۔‘‘ (۳۴)

حال ہی میں گورنر پنجاب کی صدارت میں ـ جو بر بنائے عہدہ صوبے کی تمام جامعات کے چانسلر بھی ہیں ـ وائس چانسلرز کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور کی گئی کہ جامعہ الازہر اور انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی طرز پر پنجاب کی تمام جامعات میں قرآن کریم کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔ راقم کا خیال ہے کہ مقالہ نگار نے اپنے تئیں اس تجویز کے ثمرات کو ہوا میں اڑا دینے کے لیے زیر نظر مضمون کے ذریعے ایک زوردار آندھی چلانے کی کوشش کی لیکن ہمارا یقین ہے کہ: ع یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

حوالہ جات

۱۶۔ اشراق جون ۲۰۲۰ء، ص ۳۹
۱۷۔ اشراق، جون ۲۰۲۰ء، ص ۴۷
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ اشراق جون ۲۰۲۰ء، ص ۵۱
۲۰۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، لاہور ۱۹۹۵ء ج ۱، ص ۲۹
۲۱۔ جاوید احمد غامدی، البیان، المورد، لاہور، ۲۰۱۴ء، ج ۱، ص ۲۶
۲۲۔ جاوید احمد غامدی، البیان، المورد، لاہور، ۲۰۱۴ء، ج ۴، ص ۱۳
۲۳۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۹ء ج ۱، ص ۸۲
۲۴۔ اصلاحی، تدبر قرآن ج ۱، ص ۸۳
۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ ایضاً
۲۷۔ ایضاً
۲۸۔ ایضاً
۲۹۔ ایضاً
۳۰۔ ایضاً
۳۱۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن ج ۱، ص ۸۵
۳۲۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص ۴۹
۳۳۔ مسند احمد الرسالۃ، ۲۰/۶۳
۳۴۔ اشراق، جون ۲۰۲۰ء، ص ۵۲

77ءمیں PNA کی اِننگ کے بعد
PDM کی 20-20

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

1977ء میں قائم ہونے والے پاکستان نیشنل الائنس (PNA) اور 2020ء میں آل پارٹیز کانفرنس کے بعد ترتیب پانے والی پاکستان ڈیموکریٹک تحریک (PDM) میں ایک اہم فرق ہے۔ پی این اے سیاسی جماعتوں کے درمیان طے پانے والا ایک اتحاد تھا جبکہ پی ڈی ایم ایک جمہوری تحریک ہے۔ یہ باریک فرق ماضی میں قائم ہونے والے اتحاد میں سازشی کھیل اور حالیہ ترتیب پانے والی تحریک کے مقاصد کا فرق بھی ظاہر کرتا ہے۔ پی این اے (PNA) کو پس پردہ بیرونی ہاتھوں نے تشکیل دیا تھا جو بھٹو کے اقتدار کے خاتمے کے خواہاں تھے:

> ’’کیونکہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے بانی تھے؛ انہوں نے پاکستان میں اسلامی ممالک کی سربراہی کانفرنس بلاکر مسلم اُمہ کے مابین اتحاد قائم کرنے کی کوشش تھی جس کا کوئی قائد نہیں تھا مگر سعودی عرب کے شاہ فیصل اس تنظیم کی قیادت کرنے پر رضامند ہوئے تھے اور یہ بھٹو ہی تھے جنہوں نے شاہراہ قراقرم کی تعمیر سے چین کے ساتھ ہمارے تزویراتی تعلقات کی بنیاد رکھی تھی۔‘‘

سیاسی طور پر بھٹو کی پوزیشن نہایت مضبوط تھی اور انہیں صرف غیر سیاسی ہتھکنڈوں ہی کے ذریعے اقتدار سے ہٹایا جا سکتا تھا۔ لہٰذا یہ کھیل کھیلنے کے لئے دینی جماعتوں اور سیاسی موقع پرستوں کا ایک گروہ تیار کیا گیا۔ ان سیاسی قائدین میں کچھ ایسی شخصیات بھی تھیں جنہیں آرمی

چیف کو اقتدار سنبھالنے کی ترغیب دیتے ہوئے ذرا بھی شرم محسوس نہیں ہوئی کیونکہ امریکہ کے ایجنڈے کی تکمیل فوج کے مضبوط ہاتھوں کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی تھی۔ان کا مقصد منصوبے کے عین مطابق پورا ہوا۔بھٹو اور شاہ فیصل کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا گیا۔

پی ڈی ایم (PDM) سیدھی سادھی جمہوری تحریک ہے کیونکہ اس کے پس پردہ کوئی بیرونی قوت نہیں ہے۔اس تحریک کا مقصد جمہوری طریقوں سے تبدیلی لانا ہے جو عمران خان کے نئے پاکستان کے نظریے کا قدرتی ردعمل ہے، جس کے تین اہم بنیادی اہداف ہیں:

''مثلاً ملک کو معاشرتی واقتصادی طور پر ریاست مدینہ کے اصولوں پر استوار کرنا؛
پاکستان کو بدعنوانی (Corruption) سے پاک کرنا اور پاکستان کے غریب عوام کی لوٹی ہوئی دولت کی واپسی کو یقینی بنانا ہے۔''

گذشتہ دو سالوں سے ان مسائل کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے سیاسی قائدین کو بدنام کرنے کی مہم جاری ہے جس کے نتیجے میں صرف سیاسی جماعتوں کی ساکھ کو ہی نقصان نہیں پہنچا ہے بلکہ جمہوریت کا چہرہ بھی داغدار ہوا ہے۔عدالتیں، نیب (NAB)، ایف آئی اے اور انٹیلی جنس ایجنسیاں بدعنوان عناصر کے خلاف سخت ترین کاروائی کر رہی ہیں لیکن اب تک عام آدمی کی زندگی میں بہتری نہیں آئی ہے بلکہ ''حکمرانوں کی جانب سے اختیارات کے اندھے استعمال اور نااہل طرز حکمرانی کے نتیجے میں اختیار اور طاقت دونوں زوال پذیر ہیں۔''

میڈیا کی زبان بندی جیسے اقدامات سے ریاست کی حاکمیت کو اخلاقی طور پر ہزیمت اٹھانی پڑی ہے۔

حزب اختلاف کی جماعتیں اس دم گھٹنے والے ماحول سے چھٹکارا پانے کے لئے اتحاد بنانے پر مجبور ہوئی ہیں۔نوجوان بلاول بھٹو بکھری ہوئی حزب اختلاف کی جماعتوں کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جو دو بڑی سیاسی جماعتوں اور مضبوط دینی جماعتوں پر مشتمل ہے اور عوام کی کثیر تعداد کو متحرک کر سکتی ہیں جیسا کہ انہوں نے اس سال کے شروع میں اسلام آباد کے نزدیک اکٹھا کیا تھا۔بلاشبہ یہ ایک طاقتور تحریک بن سکتی ہے، خصوصاً جب عمران خان خود کہہ رہے ہوں کہ ''پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی دونوں اداروں کی پیداوار ہیں۔'' انہیں یہ بات

یاد رکھنی چاہیے کہ عوام کے مزاج کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اداروں کا مزاج بھی تبدیل ہو جایا کرتا ہے' چاہے کھیل کا میدان ایک ہی کیوں نہ ہو۔ اب عمران خان کو دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے:

- ملک کو بدترین صورت حال کی طرف جانے سے پہلے مصلحت کی راہ اختیار کرتے ہوئے قبل از وقت انتخابات کے ذریعے سیاسی صورت حال کا موزوں حل تلاش کریں جو ممکن ہے۔
- حزب اختلاف کو اپنا کھیل کھیلنے دیں اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر ان کے خلاف کاروائی کریں۔ ریاستی طاقت کا استعمال کر کے تحریک کو دبانے کی راہ اختیار کریں۔

عمران خان حزب اختلاف والوں سے ملنا پسند نہیں کرتے اسی لئے آرمی چیف نے اپوزیشن سے ملاقات کی تاکہ کشیدگی کم ہو۔ عمران خان یہ بھی کہتے ہیں کہ ''وہ آخری بال تک لڑنے کے قائل ہیں۔'' لہٰذا اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ معاملات کو کھلے میدان میں حل کرنے کا فیصلہ کریں گے جبکہ اس کے جواب میں حزب اختلاف نے تحریک چلانے کی جو سیاسی حکمت عملی وضع کر رکھی ہے اس کے خدوخال بڑے واضع ہیں' مثلاً:

- آل پارٹیز کانفرنس کا اعلامیہ بجائے کسی اور سیاسی قائد کے مولانا فضل الرحمٰن نے پڑھا۔ یعنی ان کے سیاسی وزن کو تسلیم کیا گیا ہے۔
- تحریک کی قیادت سیاسی حکمت کے تحت جمعیت علمائے اسلام (ف) کو سونپی گئی ہے' جس کا مطلب ہے کہ آئندہ قائم ہونے والے کسی بھی نظام میں جمعیت علمائے اسلام (ف) اپنے لئے نمایاں سیاسی مقام حاصل کر سکے گی۔ اس امر کا کافی مدت سے انتظار تھا خصوصاً 2018ء کے انتخابات میں جب دینی جماعتوں نے بڑے قومی سیاسی دھارے میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا لیکن ان کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے' بالخصوص مولانا سمیع الحق جو کہ پاکستان تحریک انصاف کی جانب سے امیدوار تھے' وہ انتخابات میں حصہ نہ لے سکے۔
- اب حزب اختلاف کی صفوں میں اصغر خان جیسا کوئی شخص موجود نہیں ہے جو حالات بگڑنے کی صورت میں فوج کے سربراہ کو اقتدار سنبھالنے پر اُکسا سکے۔ اس تناظر میں نواز شریف کے تند و تیز خطاب کو توجہ طلب قرار دیا جا رہا ہے کہ اس سے قومی اداروں کے مابین بدگمانی پیدا

کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حکومت نے تحریک کو دبانے کے لئے طاقت کے استعمال کا فیصلہ کیا ہے۔ شہباز شریف کو نیب نے حراست میں لے لیا ہے زرداری پر فرد جرم عائد کر دی گئی ہے اور جادو کا کھیل شروع ہو چکا ہے۔ عمران خان کو تحریک کو دبانے کے لئے ٹائیگر فورس کو استعمال کرنے پر اکسایا جا سکتا ہے جیسا کہ بھٹو نے ایف ایس ایف (FSF) کو استعمال کیا تھا جس کے انتہائی مہلک نتائج برآمد ہوئے تھے۔ بالآخر نظام کو بچانے کے لئے سلامتی کے اداروں کو مداخلت کرنا پڑے گی۔ حکومت کے پاس آخری حربہ یہی ہوگا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ صورت حال انتہائی مخدوش شکل اختیار کر جائے گی کیونکہ عوام کا مزاج ایک اور فوجی حکومت قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔

حزب اختلاف کی بڑی جماعتوں کی قیادت پر کرپشن کے الزامات ہیں لیکن اکے درمیان صاف شفاف کردار کے حامل ایسے قابل لوگ بھی موجود ہیں جو حکمرانی کا تجربہ بھی رکھتے ہیں اور جمہوری اقدار کے تحفظ اور آئین کی حکمرانی پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ معاملات کو سنبھال کر شفاف انداز سے انتقال اقتدار یقینی بنا سکتے ہیں بجائے اس کے کہ دھاندلی زدہ انتخابات یا ریاست کے پس پردہ کارفرما قوت (Deep State) کی چالوں کے ذریعے یا چار اے (Four 'A') کا گٹھ جوڑ اقتدار سنبھال لے۔ اہم بات یہ ہے کہ عوام یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ کرونا کی وباء کی آلودگی کے باوجود جمہوریت کو آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع دیا جانا لازم ہے۔

ابھی میں نے یہ مضمون مکمل ہی کیا تھا کہ حکومت نے ریاستی طاقت کو استعمال کر کے تحریک کو دبانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ایک ہنگامہ برپا ہے۔ اس صورت حال پر چند تجزیہ نگاروں کے تبصرے قابل غور ہیں:

- ''رات کے اندھیرے سے جمہوریت کی صدا بلند ہو چکی ہے۔ بر وقت آواز اٹھائی ہے۔ ہنر یہی تو کف کوزہ گر میں ہے۔''
- ''جس خیال کا وقت آ گیا ہو کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔'' وکٹر ہیگو

بنتِ حوّا کے حقوق کیا ہیں؟
اور وہ آج چاہتی کیا ہیں؟

ابوفیصل محمد منظور انور

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ہی ان کی زوجہ حضرت حوّا سلام علیہا کو بھی تخلیق کیا پھر اس ایک جوڑے سے نسل انسانی کا سلسلہ جاری کر کے مردوں اور عورتوں کی کثیر تعداد کو روئے زمین پر بکھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے مرد و عورت کی جسمانی ساخت میں بھی فرق رکھا ہے اور اسی لحاظ سے ان کی دینی اور دنیاوی ذمہ داریاں اور دائرۂ کار بھی جدا جدا رکھے ہیں۔ مرد کو عورت کی بہ نسبت قوی جسم عطا کیا ہے اور اس کو ذمہ داری بھی اسی لحاظ سے سونپی ہے (مثلاً اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے نان ونفقہ اور رہائش ولباس کی ضروریات مہیا کرنا اور دین کی سربلندی کے لیے اللہ کے راستے میں نکلنا اور اپنے مال و جان سے جہاد کرنا) اور عورت کو مرد کی بہ نسبت نازک جسم دیا ہے اور اس کی ذمہ داری کو بھی محدود رکھا ہے کہ گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے بچوں کی پرورش و تربیت اور نگہداشت کرنا۔ عام حالات میں اس صنف نازک کو سبکدوش رکھ کر اس کے نان ونفقہ اور رہائش ولباس کی ذمہ داری بھی اس کے خاوند یا قریبی رشتہ دار مرد پر ڈالی گئی ہے۔ دین اسلام صنف نازک کو اس کے ہر روپ میں احترام کا مقام دیتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بہتری کی وصیت کرتا ہوں''۔ اور فرمایا: ''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھتے ہیں''۔ اور فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا فرمائی پھر اس نے اس کی اچھی پرورش و تربیت کی تو

یہ بیٹی اس کے لیے دوزخ کی آگ سے رکاوٹ ہوگی‘‘۔عورت جب بہن کے روپ میں ہوتو اس کو اسلام نے کیا عزت دی ہے یہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے: ’’آپ ﷺ کی ایک رضاعی بہن (یعنی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی) شیماء تھی، وہ جنگ ہوازن کے قیدیوں میں تھی جب اسے آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ جب آپ نے اسے پہچان لیا تو آپ جلدی سے اٹھے اور اُس کے لیے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ اور اسے اختیار دیا کہ اگر تم چاہو تو یہاں ہمارے پاس رہو تمہیں عزت واحترام کے ساتھ رکھا جائے گا اور اگر اپنے گھر جانا چاہو تو تمہاری مرضی ہے۔اس نے اپنے گھر جانا پسند کیا تو آپ ﷺ نے غلام اور باندی اور ساز وسامان اس کی خدمت میں پیش کر کے رخصت کیا‘‘۔ گویا آپ نے اُمت کو سکھایا کہ بہن کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔اور جب یہ عورت ماں کے روپ میں ہو تو اس کی عظمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ ’’جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے‘‘۔

اے امتِ محمدیہ کی عورتو! آپ بہت عظیم ہو اپنی عظمت کو پہچانو، اپنے منصب کی لاج رکھو، مغربی ثقافت اپنانے سے تمہاری عزت وعصمت، عظمت اور پاکیزگی مجروح ہو رہی ہے۔ مغربی دنیا کے مادر پدر آزاد معاشرے نے تو عورت کو بظاہر آزادی دے کر اس کی پاک دامنی اور عزت کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ دین اسلام سے قبل یورپ تو عورتوں کی نسبت شیطان سے جوڑتا تھا اور اسے گندگی کا مجموعہ کہتا تھا مگر شریعت محمد ﷺ نے تو تجھے باپ اور خاوند کی وراثت سے حق دلایا ہے۔ بہنو! اپنی عزت وقار کو بلند رکھنے کے لیے مغربی کلچر کو اپنی زندگیوں سے نکال باہر کرو۔ اے بناتِ اسلام! تمہیں تو پیدا ہوتے ہی اسلام نے حقوق دے دیے، تمہیں تو مانگنے کی نوبت ہی نہیں آنے دی اور جو حقوق دین اسلام نے تمہیں دیے ہیں ان کا مطالبہ تمہارا حق ہے مگر مغرب کی آزاد عورت والے حقوق مانگ کر تم اپنی توہین نہ کرو۔ یہ چند مغرب زدہ عورتیں (میرا جسم میری مرضی والیاں) شوبز، فلم سٹار، ناچنے گانے والی اور سینما تھیٹرز میں اپنے ننگے جسم کی نمائش اور جسم فروشی کرنے والیاں پہلے اپنے اس کردار کی وجہ سے ہی عزت کا مقام خود کھو دیتی ہیں اور پھر بے عزتی کا شکوہ کرتی ہیں اور مطالبہ کرتی ہیں کہ ہمیں حقوق دیے جائیں۔ بے حیائی کا شاہکار نئے نئے فیشن اور فحاشی کے عکاس لباس کی دلدادہ عورتوں کو دین اسلام کا کوئی بھی مخلص پیروکار اپنی بہو

بیٹیاں بنانا پسند نہیں کرتا۔مگر افسوس صد افسوس کہ اسلامی ممالک اور مسلمان معاشرے میں رہنے والی خواتین صراط مستقیم اوراصل اسلامی اقدار کو چھوڑ کر دنیا کی گھٹیا ترین مغربی تہذیب اپنانے کو ترجیح دے کر مغرب کے گمراہ اور تاریک راستے پر گامزن نظر آتی ہیں۔گمراہ یورپی اقوام تو مسلمان عورت سے اس کی اسلامی شناخت تک چھیننے کے درپے ہیں یہی وجہ ہے ان ممالک میں سکارف وحجاب پر پابندی کی باتیں سننے دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ہماری چند بہو بیٹیاں ان کی مادر پدر آزاد سوسائٹی کی دلدادہ کیوں نظر آتی ہیں اور دین اسلام سے اپنی نفرت کا برملا اظہار کیوں کر رہی ہیں؟ یہ دراصل قرآنی تعلیمات سے عدم واقفیت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے روگردانی کا نتیجہ ہے۔موجودہ دور کی عورت کو کونسے حقوق چاہئیں؟ زمانہ قبل از اسلام میں تو عورت کو وہ عزت کا مقام حاصل نہیں تھا جو اسلام نے دیا ہے۔اسلام سے پہلے لوگ بیٹی کو عار سمجھ کر زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے،عورت کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا بلکہ عورت کو ہی ذاتی جاگیر اور ترکہ کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ دین اسلام نے ہی خواتین کو اختیار اور حقوق دیے ہیں۔ معلوم دنیا کی تاریخ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔مگر مادر پدر آزاد مغربی سوسائٹی یورپ کی تو بات ہی اور ہے جہاں سرے سے خاندان (فیملی) کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور بہن، بھائی، ماں باپ، دادا دادی ایسے مقدس رشتوں کی بھی کوئی تمیز نہ پہچان ہے۔ جہاں جنسی اشتہا مٹانے کے لئے حیوانیت سے بھی بدتر جذبات پائے جاتے ہیں اور جنسی ضرورت کے لئے ازدواجی بندھن شادی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔ وہاں عورت کی کوئی عزت وآبرو نہیں ہے بلکہ جانوروں کی طرح وہاں رشتوں کا کوئی احساس تک نہیں ہے کوئی شوہر اپنی بیوی سے نہیں کہہ سکتا کہ تم گھر کی چاردیواری میں رہ کر امور خانہ داری تک محدود رہو میں ضروریات زندگی کی ہر چیز تمہیں گھر لا کے دونگا۔ وہاں کوئی بیٹا نہیں ہے جو کہے ماں تم مجھے حکم دو تمہاری ہر ضرورت پوری کرنے کے لئے میں حاضر ہوں۔ وہاں کوئی بیٹی نہیں ہے جو کہے والدین کی خدمت کو سعادت سمجھتی ہو۔ وہاں ہر عورت گھر کے سارے کام خود کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے اور روزی روٹی کمانے کے لئے دفتروں فیکٹریوں میں دھکے کھانے پر مجبور ہے جو ہر شعبے میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔کبھی شمع محفل بنی، فلم سٹار بنی، کسی کلب میں ڈانسر بن گئی یا قمار خانے میں بیٹھی اپنی عزت و

عصمت کے سودے کر کے زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔مغرب کے بے غیرت آوارہ منش مردوں نے عورت آزادئ نسواں کے نام پر کام کاج میں لگا دیا اور خود عیاشی میں مصروف ہو گئے اور عورت کو اس کے اصل فرائض سے غافل کر دیا ہے۔ یہ عورت آزاد نہیں بلکہ پابا زنجیر ہے جسے مردوں نے اپنی ہوس پوری کرنے کے لئے کھلونا بنا رکھا ہے۔کاش اس مغربی عورت کو اس آزادی کی سمجھ آ جاتی کہ وہ تو مردوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر اس کی خواہشوں کے تابع زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔کل تک آزادی کے نعرے لگانے والی یہ بنت حوا آج سکون کی متلاشی ہے اور سکون کے ایک ایک سانس کو ترس رہی ہے کوئی مرد انہیں اپناتا نہیں نہ ان کی ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہے وہ صرف استعمال ہو رہی ہے۔ یہ ہے مغرب کا اصل چہرہ جس میں عورت کی حیثیت ایک ٹشو پیپر کی مانند ہے ان مغربی عورتوں کی تقلید یا ان کی مشابہت تمہیں زیبا نہیں۔

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا　　　لا کے کعبے سے بُت خانے میں آباد کیا

میری مسلمان بہنو، بیٹیو، عورتو! تم کسی ملکہ سے کم نہیں ہو، خاندانی بزرگوں ماں باپ کے سایہ میں لاڈ پیار سے تمہاری پرورش کی جاتی ہے۔ بھائی تمہارے محافظ، شوہر تمہارا زندگی بھر کا ساتھی ہے۔تمہارا شوہر تمہارے لئے اشیائے خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی کا سامان فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔جس کے لئے اسے سخت گرمی و سردی اور سخت ترین جسمانی مشقت کی بھی پروا نہیں ہوتی تم گھر میں بیٹھ کر کھانا بنانے اور دیگر امور خانہ داری سرانجام دینے والی ملازمہ نہیں ہو بلکہ ایک غیرت مند مسلمان مرد کی شریک حیات ہو جو تمہاری جملہ ضروریات زندگی فراہم کرنے اور تمہاری عزت و آبرو اور عصمت کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور تمہارے علاوہ کسی اور عورت کی طرف غلط نگاہیں نہ اٹھانے کا بھی پابند ہے۔تمہیں تو مغربی عورتوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیے جسے روزی روٹی اور دیگر اخراجات کے لئے دن رات مشقت کرنا پڑتی ہے۔نئی تہذیب کا پروپیگنڈہ کرنے والوں نے یہ عجیب و غریب فلسفہ گھڑ لیا ہے کہ اگر عورت اپنے گھروں میں اپنے والدین، بھائیوں، شوہر اور اولاد کے لئے امور خانہ داری سرانجام دے تو یہ قید ذلت و رسوائی کے کام ہیں مگر یہی عورت اجنبی مردوں کے لئے کھانا بنائے کمروں کی صفائی کرے ہوٹلوں ہوائی جہازوں میں میزبانی کرے دکانوں میں مسکراہٹ سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے

افسروں کی ناز برداری کرے تو یہ آزادی اور اعزاز کی بات ہے۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)۔
میری پیاری بہنو، بیٹیو! تمہیں آزادی نسواں کے سنہرے خواب دکھا کر تمہارے وقار کو ختم کرنے کی سازش ہو رہی ہے اس سازش کو نہیں سمجھو گی تو تم بھی متاعِ کوچہ و بازار بن جاؤ گی۔ مغربی ثقافت کی محبت کو دل سے نکال دو وگرنہ پچھتاوے کے سوا تمہارے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔ بقول اقبال

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں — نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

بغداد کے ایک خلیفہ کی مثال سامنے رکھیں جس نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے ایک حافظ قرآن لڑکی کی تلاش شروع کی تو پتہ چلا کہ پورے شہر کی بچیاں حافظہ ہیں پھر اس شرط کے ساتھ کہ لڑکی حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ موطا امام مالک کی بھی حافظہ ہو تو آدھے شہر کی لڑکیوں کے مطلوبہ شرط پورا کرنے کی نوید ملی۔ یہاں ایک مضبوط اسلامی معاشرے کی جھلک نمایاں ہو رہی تھی۔ آج اگر ایسا اعلان کر دیا جائے تو بڑے گھرانوں میں یہ شرط پوری ہوتی نظر نہیں نظر آتی ہے کیونکہ آج اسلامی تعلیمات اور قرآن مجید فرقان حمید کی تعلیم کی بجائے بنت حوا کو فضول بے مقصد اور بے بنیاد تعلیم کے چکروں میں پھنسا دیا گیا ہے۔ آج کی عورت کو مرد کے برابر حقوق دلانے کا جھانسہ دے کر اور مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کے خواب دکھا کر اسے حساب کتاب کے بھنور میں دھنسا دیا گیا ہے اور ایک مضبوط و مثالی کردار کی حامل نسل کی تربیت اور ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد میں اہم کردار ادا کرنے جیسے اہم مقاصد سے بھٹکا دیا گیا ہے۔ عورت کو ٹی وی پہ بیٹھ کے مارننگ شوز میں فضول عنوانات پر بحث و تمحیص اور بے مقصد کاموں کی طرف اپنی ہی جیسی عورتوں کو راغب کرنے پر لگا دیا گیا ہے عورت کو انعامی مقابلوں میں چھینا جھپٹی کر کے دو ٹکے کے تحفے حاصل کرنے پر لگا دیا گیا ہے جب عورت نے بھٹکنا پسند کیا تو اسے بھٹکا دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عبداللہ بن زبیرؓ، حسنین کریمینؓ، خالدؓ بن ولید، محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد جیسے بیٹے جنم نہیں لے رہے۔ کیونکہ ہمارے پاس حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت اسما، حضرت خنسا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہن جیسی مائیں نہیں رہیں۔ بقول علامہ اقبال

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرؓ بگیری

آر ایس ایس کے عزائم کا تذکرہ

شکیل رشید

(بشکریہ ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، ستمبر 2020ء)

ساورکر کے عقیدے کے مطابق: ''شہریت مذہب کی بنیاد پر دی جائے''۔ اور اسی بنیاد پر سی اے اے سے مسلمانوں کو باہر رکھا گیا ہے۔ شہریت کے متنازعہ قانون: سی اے اے، این آر سی اور این پی آر، آر ایس ایس کا وہ ایجنڈ ہے، جسے سنگھ کے بانی کیشو بلی رام ہیڈ گیوار نے عملی شکل دی اور اس کے بعد سنگھ کے دیگر بانیان اس ایجنڈے کو نہ صرف سنوارتے رہے بلکہ اسے عملی شکل دینے کے لیے کوشاں بھی رہے۔

آج ''سنگھ'' اور بی جے پی کا وہ حکمران ٹولہ جو سی اے اے، این آر سی، این پی آر کو لاگو کرنے کے لیے حرکت میں ہے وہ دراصل اسی ایجنڈے کو بھارتی شہریوں پر تھوپنے کی ایک کوشش ہے۔ مودی اور امیت شاتو بس آر ایس ایس کے بانیان کا ایجنڈا مسلط کرنے کے لیے تمام تر سرکاری وسائل و ذرائع کا بشمول مقنّنہ، انتظامیہ، عدلیہ اور صحافت کا اندھا دھند استعمال کر رہے ہیں۔

یہ بانیان کون ہیں؟ بھارت کی آزادی کے لیے ان کا کوئی کردار ہے بھی یا نہیں؟ ان سوالات کے جوابات سینئر صحافی نیلانجن مکھو پادھیائے کی کتاب THE RSS: ICONS OF THE INDIAN RIGHT (صفحات: 499 پبلشرز ژٹرنکوبار) میں تفصیل سے دیے ہیں۔ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے، اسے مضبوط شہادتوں اور مسکت دلائل سے ثابت بھی کیا ہے۔ کتاب میں ہیڈ گیوار کے علاوہ آر ایس ایس کے جن بانیان اور لیڈروں کا تذکرہ شامل ہے، وہ وی ڈی

ساورکر، ایم ایس گولوالکر، شیاما پرساد مکھرجی، دین دیال اپادھیائے، بالا صاحب دیورس، وجے راجے سندھیا، اٹل بہاری واجپائی، ایل کے اڈوانی، اشوک سنگھل اور بال ٹھاکرے ہیں۔

آر ایس ایس کے بانیان کی اس فہرست میں آخرالذکر نام دیکھ کرابتدا میں کچھ حیرت ہوتی تھی، کیونکہ ٹھاکرے نہ کبھی آر ایس ایس کے رکن رہے اور نہ عہدے دار۔ مگر اس فہرست میں ان کا نام اسلئے درست ہے کہ اپنی حمایت سے سنگھی نظریات کو انھوں نے زبردست تقویت دی۔

بات سی اے اے، این آر سی اور این پی آر سے شروع ہوئی تھی، لہٰذا اسی بات کا اعادہ کرتے ہیں۔ کیشو بلی رام ہیڈ گیوار کے باب میں مصنف نے پہلے سرسنگھ چالک کی اس بات پر کہ تمام ہندوستانی بلا لحاظ مذہب 'ہندو' ہی ہیں، زور دیتے ہوئے اسے 'گھر واپسی' تحریک کی بنیاد قرار دیا ہے۔ یہ تحریک لوگوں کو 'ہندو دھرم' میں داخل کراتی ہے، اور جو داخل نہ ہو، وہ 'غیر' کہلاتا ہے۔ ہیڈ گیوار کا یہی فلسفہ تقسیم ہند کے بعد 'ملکی' اور 'غیر ملکی' میں بدل دیا گیا۔ ونایک دامودر ساورکر کے باب میں اس پر تفصیل سے بات کی گئی ہے: ''ساورکر کا یہ عقیدہ تھا کہ نظریاتی طور پر، قومیّت اور شہریت کو صرف شہری ہونے کی نہیں بلکہ اس کی مذہبی شناخت کی بنیاد پر طے کیا جا سکتا ہے''۔ اور اسی بنیاد پر سی اے اے سے مسلمانوں کو باہر رکھا گیا ہے۔

آر ایس ایس کے دوسرے سرسنگھ چالک مادھو سداشیو گولوالکر کے باب میں اس پر مزید بحث کی گئی ہے۔ جس کے مطابق تقسیم ہند کے بعد جو مسلمان بھارت میں رہ گئے تھے، گولوالکر انھیں 'بچے کھچے' کہتے اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ ہند و پاک کے درمیان ہندوؤں اور مسلمانوں کے تبادلے کا منصوبہ بنایا جائے گا تاکہ جو 'بچے کھچے' مسلمان ہیں، انھیں بھارت سے نکالا جا سکے۔ سنگھی نظریہ ساز شیاما پرشاد مکھرجی کے باب میں بھارتیہ جن سنگھ کے جنرل سیکرٹری آشوتوش لہری کو ان کی طرف سے دی گئی اس ہدایت کا ذکر ہے: ''اب ان مسلمانوں کو جو 'ہندواستھان' میں رہتے ہیں ہم یہاں سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اگر وہ رہے تو غداری، تخریب کاری اور وطن دشمنی کریں گے''۔

دین دیال اپادھیائے چوٹی کے سنگھی قائد نے بھی ''بلاتفریق مذہب سب ہندو ہیں'' پر زور دے کر ''ان پر جو خود کو 'ہندو' نہیں کہتے، ہندوستان کے دروازے بند'' کرنے کی

پوری کوشش کی تھی۔

کتاب میں آر ایس ایس کے تیسرے سرسنگھ چالک بالا صاحب دیورس پر سب سے طویل اور ایک ہوش رُبا باب ہے جس میں دیورس کے بقول: ''مہاجر اور گھس بیٹھئے برابر نہیں ہو سکتے، ہندو جو بنگلہ دیش سے آتے ہیں وہ الگ ہیں کیونکہ وہ مہاجر ہیں، جو اپنے گھر سے اسلامی حکومت کے ہاتھوں ستائے جانے کی وجہ سے بھاگے، اس لیے آسام کے ہندوؤں کو چاہیے کہ وہ ان کا خیر مقدم کریں لیکن بنگلہ دیشی مسلمانوں کا بالکل نہیں کیونکہ ان کی آمد سے آبادی کا توازن بگڑ جائے گا''۔ یہی وہ 'دلیل' ہے، جو آج مودی اور امیت شا کی جوڑی سی اے اے کے حق میں دے رہی ہے۔

نیلانجن لکھتے ہیں کہ بال ٹھاکرے نے تو باقاعدہ 'بھیونڈی کو منی پاکستان' نام دے دیا تھا۔ بعد میں وہ بنگلہ دیشیوں کی بات بھی کرنے لگے تھے اسی کا نتیجہ ہے کہ مہاراشٹر میں کانگریس اور این سی پی جیسی سیکولر پارٹیوں کی مدد سے وزیر اعلیٰ بننے والے شیو سینا پرمکھ ادھو ٹھاکرے سی اے اے کے حامی ہیں اور ان کے چچازاد بھائی راج ٹھاکرے، مہاراشٹر نونرمان سینا کے سربراہ تو خم ٹھونک کر پاکستانیوں اور بنگلہ دیشیوں کو بھگانے کے لیے میدان میں آ چکے ہیں۔ یہ دراصل ملک کو 'ہندو راشٹر' میں تبدیل کرنے کی تحریک ہے۔ نیلانجن نے کتاب میں سنگھ اور جرمنی کے نازی، اٹلی کے فاشسٹ اور دیگر 'قوم پرست جماعتوں' کے درمیان روابط کو غیر جانب داری کے ساتھ اُجاگر کیا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب کے مطابق ہیڈ گیوار کے دست راست ڈاکٹر مونجے کی ڈائری میں اس تعلق سے بہت ساری باتیں تحریر ہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں: ''ہندوؤں کو منظّم کرنے کی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی، جب تک کہ ماضی کے شیواجی یا مسولینی یا ہٹلر جیسا ہمارا ہندو ڈکٹیٹر نہ ہو''۔ برطانیہ کے محکمۂ خفیہ کی رپورٹ کا بھی مصنف نے حوالہ دیا ہے کہ ''سنگھ کو یہ یقین ہے کہ مستقبل کے ہندوستان میں یہ وہی بن جائیں گے جو 'فاشسٹ' اٹلی میں اور 'نازی' جرمنی میں ہیں''۔

نیلانجن نے کتاب کے ابتدائیے میں تحریر کیا ہے: ''اس کتاب میں، میں نے آر ایس ایس کے بانیان کے نظریے ہی نہیں ان کے باطن کو ٹٹولنے کی بھی کوشش کی ہے'' اور وہ اس میں یقیناً کامیاب ہیں۔ چاہے ساورکر کی شخصیت کا ظاہر و باطن ہو یا ٹھاکرے اور دیورس اور واجپائی کی

شخصیت کا، نیلانجن بغیر کسی جانب داری کے سب واضح کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ''دیورس ایک طرح سے 'غیر مذہبی' تھے لیکن آر ایس ایس کا سرسنگھ چالک بننے کے بعد انھوں نے 'پوجا پاٹ' شروع کردی تھی۔ واجپائی نے بی جے پی کے قیام کے بعد کچھ عرصے کے لیے بطور حکمت عملی گاندھی جی کی فکر کو اپنایا، مگر پھر دین دیال اپادھیائے کے سنگھی فلسفے پر واپس آ گئے''۔

مصنف نے گیارہ کی گیارہ شخصیات کی 'مفاد پرستی' اور 'خودغرضی' کو اُجاگر کیا ہے۔ ہیڈ گیوار کم عمری میں انگریز مخالف تھے، مگر حیرت انگیز بات ہے کہ آر ایس ایس کے قیام کے بعد آزادی کی تحریک سے مسلسل غائب رہے۔ ساورکر نے انگریزوں سے معافی مانگی تاکہ سیاسی زندگی کو آگے بڑھا سکیں۔ ٹھاکرے نے علاقائیت کے نام پر اپنی دکان چمکائی، واجپائی مکھوٹا بنے رہے، اور اسی کے نتیجے میں ملک کے وزیر اعظم بنے۔

نیلانجن کی یہ کتاب آر ایس ایس کے گیارہ بانیان کے ظاہر و باطن کو عیاں کرنے کے ساتھ آر ایس ایس کے قیام کی تاریخ کو بھی سامنے لاتی ہے اور آر ایس ایس اور کانگریس کے 'پیچیدہ' مگر حیران کر دینے والے رشتے اور رابطے بھی ظاہر کرتی ہے۔ یہ رشتہ، محبت اور نفرت کا رہا ہے۔ پنڈت نہرو اور گاندھی جی آر ایس ایس کے سخت مخالف تھے مگر سردار پٹیل کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں ایسے بھی کانگریسی تھے، جو آر ایس ایس اور کانگریس کے 'رشتے' کو مضبوط کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ یہ کتاب ملک کی آزادی کی تاریخ میں آر ایس ایس اور ہندو 'تواد یوں' کے منفی کردار کو بھی اجاگر کرتی ہے اور 1947ء سے پہلے اور بعد میں نفرت کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔

یہ کتاب گاندھی جی کے قتل اور اس میں آر ایس ایس اور ہندو مہا سبھا کے کرادر کی تفصیلات پیش کرتی ہے اور مسئلہ کشمیر، بالخصوص آرٹیکل 370 کا بھی ذکر کرتی ہے جس کی مخالفت شیاما پرساد مکھر جی نے کی تھی اور کشمیر کی جیل میں 'مردہ' پائے گئے تھے۔ یہ ایک دلچسپ، معلوماتی اور عبرتناک کتاب ہے جو کمال درجے غیر جانب داری سے لکھی گئی ہے۔ اسے بھارت میں انگریزی کے ایک بڑے اشاعتی ادارے TRANQUEBAR نے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

تبصرہ و تعارف کتب

1

روح الامین کی معیت میں

کاروانِ نبوت ﷺ (جلد۹)

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

ناشر: مکتبہ دعوۃ الحق اٹاوہ سوسائٹی احسن آباد، کراچی

تبصرہ نگار: عبدالمجید کھوکھر

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر مذکورہ عنوان سے سلسلۂ طباعت کی یہ جلد نمبر 9 ہے جو کہ باب 122 تا باب 140 یعنی 19 ابواب پر مشتمل ہے۔ زیر تبصرہ حصے میں نبوت کے 15 ویں اور مدنی زندگی کے دوسرے سال کے حالات وواقعات کا ذکر ہے۔ جس میں دشمنانِ اسلام کے ساتھ قتال کا حکم، تحویل قبلہ کا اعلان، اُمت مسلمہ کے لیے معاشرتی و ازدواجی احکام وفرائض، انفاق میں ریا کاری سے بچنے کی تلقین شامل ہے اور معرکہ بدر کی تفصیلات اور اس موقع پر یہود کے قبیلہ بنوقینقاع کی اسلام دشمن سازش پر مدینے سے جلاوطنی اور اُن کے اموال کی ضبطی کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں سیرت النبی ﷺ کو قرآن مجید کی آیات کے نازل ہونے کی ترتیب کے مطابق درجہ بدرجہ واضح کیا گیا ہے۔ ریاست مدینہ کی تشکیل میں اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کے لیے جو آیات موقع بموقع نازل فرمائیں اُن کو درج کر کے HI-LIGHT کیا گیا ہے۔ کتاب صاحب تصنیف کی محنت اور تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے، جس سے قاری کے ذہن میں ایک ڈائری کی طرح سیرت النبی ﷺ سامنے آجاتی ہے۔ اہم واقعات کو نقشہ جات کے ذریعے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ غلبہ دین کی جدوجہد کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے اور

ہر لائبریری کی زینت بننے کے قابل کتاب ہے۔ (صفحات:360، قیمت:Rs.550)

2 سیاست نامہ (فارسی سے اُردو ترجمہ)

تالیف: خواجہ نظام الملک طوسی

مترجم: شاہ حسن عطا (علیگ)

ناشر: شاہ احمد عطا، کراچی 0303-2006894 0345-2006894

تبصرہ نگار: محمد فیاض عادل فاروقی

کتاب 'سیاست نامہ' کسی شاعرانہ مثنوی کا نام نہیں بلکہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے وزیر اعظم اور ماہر تعلیم خواجہ نظام المُلک طُوسی کے ہدایت نامہ 'سیاست 'سِیَرُ الملوک' کے فارسی متن کا خوبصورت اردو ترجمہ ہے جس کا اعزاز بیسویں صدی کے ماہر تعلیم اور پاکستانی ایوانِ علم و دانش کے عظیم ستون جناب شاہ حسن عطاؔ (علیگ) کو حاصل ہوا ہے۔ اس عظیم الشان تصنیف کے پانچویں ایڈیشن کی اشاعت ان کے فرزندان شاہ عمر عطا (لندن)، شاہ حسین عطا (کراچی) اور شاہ احمد عطا (کراچی) کی سعادت مندی کی دلیل ہے۔ یہ 'سیاست نامہ' ہمارے تمام سیاست دانوں اور سرکاری حکام تک پہنچنا چاہیے تاکہ وہ اس کی روشنی میں ملک سے بدعنوانی اور ظلم و استحصال کو ختم کرکے اسے صحیح معنوں میں ایک مثالی عادلانہ فلاحی اسلامی ریاست بنا سکیں۔

آج کل نام نہاد جمہوری سیاست جس طرح دوغلے اداکاروں، منافع خور صنعت کاروں، خونخوار زمینداروں اور شاطر کھلاڑیوں کے ہاتھ میں دولت و طاقت کے حصول کا ایک مہلک ہتھیار بن چکی ہے اس کے مقابلے میں سکندر و چنگیز کی تباہ کاریاں ہیچ نظر آتی ہیں۔ پولیٹیکل سائنس کے مکیاولی حربوں سے لیس ہو کر اہلِ سیاست تاخت و تاراج کے نت نئے نظام وضع کر رہے ہیں جن کے نفاذ سے ہر شخص حکمرانوں کے بہیمانہ حرص کا شکار ہوگا اور مشکل ہی سے کوئی ذی نفس صحیح معنوں میں آزادی کا سانس لے سکے گا۔ جدید ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ داؤ پیچ ڈی این اے، تصویری جاسوسی، مصنوعی ذہانت وغیرہ سے لیس ہو کر مستقبل کا سیاست دان باقی مخلوق کی زندگی موت معاش و معاشرت پر مکمل اختیارات کا حامل ہوگا۔ اس دگرگوں صورتِ حال کے پیشِ نظر انسانی اخلاقیات اور روحانی اقدار سے معمور سیاسی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ اس

سیاسی اصلاح کا ایک مرتب نصاب اس کتاب میں درج ہے۔ دین کے بغیر سیاست کی مُضرّت پر حکیم الامت فرما چکے ہیں۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو   جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

نظام المُلک طُوسی نے جو سلطان سعید الپ ارسلان (شہید) اور سلطان ملِک شاہ سلجوقی کے وزیرِ اعظم تھے، مدارسِ اسلامیہ کا ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جس میں دینی اور دنیوی علوم کی تدریس باہم مربوط تھی۔ انھی مدارسِ نظامیہ کے تعلیم یافتہ افراد حکمران، سپہ سالار، قاضی، خطیب، فلسفی، سائنسدان، تاجر، کاشتکار اور صنعتکار بنتے تھے۔ اوکسفرڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں سے پہلے یہی مدارس تمام علوم کی درسگاہیں تھے۔ ہمارے بعض نام نہاد دانشور برصغیر میں مروّج درسِ نظامی کو نظام الملک طوسی کے سلسلۂ نظامیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ان کی جہالت کا ثبوت ہے۔ درسِ نظامی کا اجراء برِصغیر ہی کے مُلّا نظام الدین کے ہاتھوں ہوا البتہ نظام الملک کے رائج کردہ مدارس کا طریقۂ تعلیم ترکستان، خراسان اور قریبی ممالک میں صدیوں تک رائج رہا۔ نظام الملک نے کتاب 'سِیَر الملوک' ملک شاہ سلجوقی کی خواہش پر لکھی تھی جو چاہتے تھے کہ ترکوں کی حکمرانی اور طریقۂ جہاں بانی پر ایک رہنما کتاب تصنیف کی جائے۔ گویا اُس وقت کے بادشاہ خود کو مختارِ کل، مطلق العِنان، شترِ بے مہار اور ڈکٹیٹر نہیں سمجھتے تھے بلکہ اہلِ دین و دانش علماء کی ہدایات و نصائح کی روشنی میں چلتے تھے۔

نظام الملک کی فارسی تصنیف 'سیر الملوک' کو اردو میں 'سیاست نامہ' کے عنوان سے ترجمہ کرنے والے مشہور ماہر تعلیم و ابلاغ جناب پروفیسر شاہ حسن عطا (علیگ) نثر و نظم میں کئی کتابوں کے مصنف، نامور مقرر، معلم، مترجم اور ریڈیو پاکستان کی عربی فارسی نشریات کے منتظم تھے۔ اِس کتاب میں دلنشیں پیرائے میں بیشتر تاریخی واقعات کی روشنی میں پند و نصائح کی بجائے حقائق و تجربات کی روشنی میں مملکت داری کے رُموز، نظم و نسق اور آئین کے نقائص، گذشتہ حکمرانوں کی دانشمندانہ تدابیر اور گمشدہ مفید روایات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس کتاب میں یہ اصول پیش کیے گئے ہیں کہ اسلام اور مسلمان لازم و ملزوم ہیں۔ مسلم حکمرانوں کے لیے احکامِ الٰہی، سنتِ رسولؐ، خلفائے راشدین اور دنیا کے عادل و مہربان امراء کا طریقۂ حکمرانی مشعلِ راہ ہیں۔

مسلم ریاست کے لیے سیکولر حکومت کا کوئی تصور کار آمد نہیں۔ دینِ مبین میں ہر شعبۂ حیات کے لیے مکمل رہنمائی موجود ہے۔ چنانچہ امت میں تفریق و فساد کا باعث بننے والے عقائد و فتن کا تدارک بھی ضروری ہے۔ (صفحات: 352، قیمت: Rs.700)

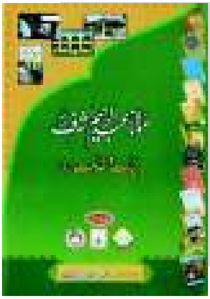

3 مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ حیات و خدمات

تالیف: ڈاکٹر زاہد اشرف

ناشر: مکتبہ **المنبر** جامعہ سٹریٹ، سرگودھا روڈ، فیصل آباد

تبصرہ نگار: محمد انور سعید

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف (حیات و خدمات) ان کے صاحبزادے ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب نے تحریر و تدوین کی ہے۔ حکیم صاحب نظامِ اسلام، اتحادِ اُمت و ملت اور تحریک ختم نبوت کے متحرک کارکن تھے۔ آپ قافلہ راہِ حق کے سپاہی بلا کسی امتیاز و مسلک کے حامل تھے۔ ایسے افراد اب کہاں......؟ مولانا عبدالرحیم اشرف مطب اشرف، جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ، جامعہ طبیہ کے بانی اور ماہنامہ **المنبر** کے ایڈیٹر اور دیگر صفات و خدمات کی حامل شخصیت تھے۔ زیر تبصرہ کتاب میں معروف دانشور، علماء، صحافی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے معززین کے انٹرویو شامل ہیں۔ ایسے معروف حضرات نے آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ اخلاص و للّٰہیت، صداقت و امانت، وفا شعاری، نقیب اتحاد، یکتائے زمانہ، مبلغ و مصلح، خطیب و طبیب تھے گویا آپ پرانے دور کی آخری نشانی میں سے ایک 'مردِ مومن' تھے جو اس دورِ اضطراب میں صاحبانِ علم و نظر کا ملنا ناپید ہوگیا ہے۔ تحریکی ذوق سے وابستہ افراد کے لیے یہ کتاب پڑھنے کے لائق کتاب بہترین ٹائٹل اور باتصویر اعلیٰ کاغذ پر شائع ہوئی ہے۔ (صفحات: 352، قیمت: Rs.700)

4 صبحِ دَوام پروفیسر صاحبزادہ عبدالرّسول

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ناشر: مثال پبلشرز فیصل آباد

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

ماہر تعلیم ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب کی نئی کتاب 'صبح دوام' پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول منظر عام پر آ گئی ہے۔ یہ کتاب صاحبزادہ عبدالرسول صاحب (1930ء-2019ء) کے بارے میں ہے جس میں مصنف و مولف کے ان کی تمام کتابوں پر سیر حاصل تبصرے شامل ہیں نہ صرف یہ بلکہ موصوف کے اعزاز میں منعقدہ تقریبات کا آنکھوں دیکھا حال اس کے مشمولات میں شامل ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب کی اپنے استاذ محترم سے گہری عقیدت کا اظہار ہے اور ان کے احسانات کا قرض ہے جو ادا کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔

(صفحات:304، قیمت:Rs.1000)

5 عزیزِ پاکستان ــ طارق عزیز

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

ناشر: مثال پبلشرز فیصل آباد

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

علمی دنیا کی معروف شخصیت ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کی کتاب 'عزیز پاکستان ــــ طارق عزیز' ان کی کثیر الاطراف شخصیت کی آئینہ دار ہے کہ وہ صرف علمی و تحقیقی دنیا کے شناور ہی نہیں بلکہ الیکٹرانک میڈیا کی بھی نمایاں PRO-PAKISTAN شخصیات کے قدردان اور مدح خوان ہیں۔ کتاب میں جناب طارق عزیز کی شخصیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ (صفحات:384، قیمت:Rs.1000)

اطلاع برائے تبدیلی ای میل (E-Mail)

قارئین کرام! ماہنامہ حکمت بالغہ کا نیا ای میل ایڈریس نوٹ فرمالیں۔

hikmatbaalgha1@yahoo.com

سابقہ ایڈریس BLOCK ہو گیا ہے۔

~~hikmatbaalgha@yahoo.com~~

مدیر کے نام

1 مولانا عبدالقیوم حقانی، سرپرست ماہنامہ القاسم، نوشہرہ

میری طالب علمانہ تحریری کاوش ''فتنۂ تصویر کی پذیرائی'' آپ نے اپنے موقر جریدہ (ستمبر 20ء) میں شائع کر کے بے حد حوصلہ افزائی، تشجیع وتحسین اور ہمت آفرینی فرمائی ہے ع 'ہم شاد ہیں کہ کسی کی نگاہ میں ہے'۔ اس قدر وسعت ظرفی، علم پروری اور قلم نوازی پر تشکر و امتنان قبول فرمایئے۔ اور پھر بعض لوگوں کے جواز کے فتوے اور عمومِ بلویٰ کی سوقیانہ توجیہ کی علی الرغم آپ نے جس ایمانی جرأت اور دینی حمیت کا اظہار فرمایا ہے اس پر تبریک قبول فرمایئے اور عجب کہ یہ مبارک عمل ہی آخرت میں نجات کا وسیلہ بن جائے۔

2 عنایت علی، لاہور

اعلیٰ ترین جذباتِ احترام وتکریم کے بعد سلام وآداب کے ساتھ حاضر ہوں۔ آپ کے رسالہ 'حکمت بالغہ' کا ایک عرصہ سے مستقل قاری ہوں بلکہ چند اہل علم کے ساتھ آپ کے اس مرکز کا شرفِ باریابی بھی کر چکا ہوں۔ آپ ماشاء اللہ بہت معلوماتی، عصر حاضر کے مسائل کا حل قرآن و حدیث/اُسوۂ صحابہ کی روشنی میں سے بھرپور مواد مہیا کرتے ہیں، سب سے بڑھ کر آپ کے 'خصوصی نمبر' مختلف موضوعات پر بہت ہی جاندار، شاندار اور جامع ہوتے ہیں بلکہ ایسے خصوصی نمبر تو لائبریری کی بھی زینت ہوتے ہیں اور مستقبل میں علمی محقق اور مدقق کے لیے علم کا خزینہ ثابت ہوں گے۔ گزشتہ دنوں آپ نے ''یکساں نصاب کا ایک جائزہ'' کے عنوان سے ایک مضمون شامل کیا، ایسا شور تو بہت سی دوسری اطراف سے بھی اُٹھنا چاہیے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق پرنسپل اورینٹل کالج اور

دوسرے کئی اہلِ علم کو یہ مضمون بھجوایا تھا۔ شنید ہے کہ وفاقی وزیر تعلیم اس معاملے میں اقبالیات کا کچھ نصاب شامل کرنے کی طرف مائل نظر آتے ہیں لیکن بات وہی ہے کہ ایں خیال است ومحال است۔
گزشتہ دوسال سے 'قادیانی فتنہ' نئے بینڈ باجے اور سوز وساز کے ساتھ سر اُٹھا رہا ہے۔ آپ نے گزشتہ سالوں میں مختلف موضوعات پر خصوصی نمبر نکالے ہیں جن میں اقبال نمبر، ڈاکٹر رفیع الدین نمبر، یاجوج ماجوج نمبر...... وغیرہ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح اگر آپ ایک 'قادیانی نمبر' یا فتنۂ قادیانیت کے عنوان سے ایک خاص شمارہ نکال دیں تو لوگوں کی آگاہی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔
......اللہ ہم سب کے لیے آسانیاں فرمائے۔ اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

3 محمد فیاض عادلؔ فاروقی ۔ لندن

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر کے بعد آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ کم پڑ رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرمائے اور ان میں ترقی و برکات نصیب فرمائے۔ 'حکمتِ بالغہ' ایک دینی وعلمی مجلّہ کے علاوہ ایک انقلابی پروگرام کا پیش لفظ ہے جس کا منتہیٰ ایک فلاحی معاشرہ کا قیام ہے۔ یہ گویا تحریکِ احیائے اسلامی کی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کے مشمولات میں تحقیق وتجربہ کے عطر کے ساتھ جدت وندرت کی خوشبو بھی ہوتی ہے۔ محترم جناب مختار حسین فاروقی صاحب نے علومِ شرقیہ وغربیہ کا ایک بحرِ بے کراں اس رسالہ کی نذر کر دیا ہے جس میں سے ہر ماہ نئے لعل ومرجان برآمد ہوتے رہتے ہیں۔ فکرِ اقبالؔ کی نشأۃ ثانیہ میں اس مجلّہ کا کردار ایک روشن قندیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حال ہی میں ناچیز کا دوسرا مجموعۂ کلام 'سوزِ گُل' پاکستان میں طبع ہوا تو ذہن فوراً اس کامیاب ماہنامے کی وسعتِ قارئین اور منتظمین کی فکرِ رسا کی طرف منتقل ہوا اس لیے طے کیا کہ 'سوز گل' کی تقسیم اسی منبعِ علم وادب کے ذریعے کی جائے۔ چنانچہ کچھ شمارے جناب انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کی خدمت میں پہنچا دیے گئے۔ اس مہم کے نتائج دیکھ کر دل پکار اٹھا کہ 'حق بحق دار رسید'۔ جس تندہی اور اخلاص سے آپ سب نے پاکستان کے تمام بڑے مکاتب (لائبریریز) میں کتاب بھیج کر ناچیز کو ان کی تفاصیل اور وصولی کی رسیدات ارسال فرمائیں، اِس دور میں تقریباً ناقابلِ یقین واقعہ لگتا ہے۔ مجلّہ میں 'سوزِ گُل' کا اشتہار ان مساعی پر مستزاد ہے۔ اللہ

تعالیٰ ہمارے تمام اہلِ وطن کو اسی طرح امین و مستعد بنائے۔

'سوزِ گل' میں ناچیز نے بیشتر نظمیں شامل کی ہیں جن میں کچھ طویل ہونے کے باوجود ذیلی عنوانات کے تحت چھوٹی نظموں میں تقسیم ہیں۔ نظم 'زمانے کو محمد ﷺ کی قیادت کی ضرورت ہے' (صفحہ 447) لندن میں منعقد ہونے والے ایک طرحی مشاعرے کا عنوان تھی۔ نظم 'نیا پاکستان' (صفحہ 436) وطنِ عزیز کے موجودہ حالات کی عکاس ہے۔ آخری طویل نظم 'عادل نامہ' میں صفحہ 478 پر جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب اور علامہ خالد محمودؒ کا ذکر ہے۔ نظم 'اتحادِ اسلامی' (صفحہ 456) اور 'ترکی نامہ' (صفحہ 415) میں احیائے خلافت اور سَلب شدہ اسلامی ممالک کی بازیافت کی ضرورت مذکور ہے۔ چین کے حالیہ منصوبہ 'بیلٹ اینڈ روڈ اینیشیے ٹو' BRI کے ضمن میں دو نظمیں صفحات 156 اور 307 پر درج ہیں جن میں مختلف نکتۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔

پرانی یادوں کا ایک سیلاب اُمڈ آیا ہے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج جھنگ میں جناب مختار حسین فاروقی صاحب کی رفاقت اور 68-1967 میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب کی جھنگ آمد اور کالج میں تقاریر کے مناظر آنکھوں میں جھلملا رہے ہیں۔ چنانچہ اسی گذارش پر اکتفا کافی ہے کہ 'سوزِ گل' کو پڑھا جائے اور پھیلایا جائے۔ والسلام مع الاکرام (یکم اکتوبر ۲۰۲۰ء)

4 ساجد محمود مسلم، پرنسپل سائنٹفک سکول جھنگ

آپ کی تصنیف ''بصری مشاہدہ و نظری حقیقت'' ابتدا تا آخر پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو یہ تحریر لکھنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ عقیدت و عقلیت کے بحرین فراتین کو ایک ہی کوزے میں بند کرنا آپ کے علم شناس قلم کا خاصہ ہے۔ آپ نے علم کلام سے متعلق اَدَقّ و ثقیل موضوعات کو نزاعی مباحث میں پڑے بغیر عام فہم انداز میں بیان کر کے واقعتاً ہم جیسے طلاب علم کے لیے سہولت پیدا کی ہے اور یَسِّرُ وَلَا تُعَسِّرُ کے فرمان نبوی پر عامل ہو کر عنداللہ ماجور قرار پائے ہیں۔ ان شاء اللہ۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے خیر القرون کے اجتماعی فہم کی ترجمانی کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے نوجوانوں کے لیے ایک قابلِ قدر اور قابلِ فہم رہنما تحریر فراہم کی ہے جس سے بصری و نظری اختلافات کو سمجھنے میں بہت مدد ملی ہے۔ میرے خیال میں اس تحریر کا خلاصہ علامہ اقبال کا یہ مصرع ہے جو اس تحریر کے سرورق پر لکھا گیا ہے ؏ فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ کائنات

آپ نے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کی جو تفصیلی تشریح فرمائی ہے وہ فی لواقع قابلِ تحسین ہے اور آپ نے بالکل بجا طور پر یہ نتائج اخذ کیے ہیں

’’ہم جب انگلی یا چہرے سے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہ اشارہ اس مادی وجود کے باہر اس مادی دنیا کو محیط ایک عظیم اور عظیم تر اور عظیم تر سے عظیم ترین لا مکان کی طرف اشارہ ہوتا ہے جس کے لیے عرش وکرسی وغیرہ کی قرآنی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں‘‘۔(ص 37)

’’گویا کروڑوں انسانوں کا بیک وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کا مصداق ہوتا ہے۔‘‘(ص 50)

اور اسی سے هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ میں بھی بہترین تطبیق ہوجاتی ہے۔ ماشاءاللہ

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (الحدید: 4)

کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اس سوال کی توجیہ بھی فرمادیتے جو رسول اکرم ﷺ نے باندی سے پوچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ یہ ایمانیات کا بنیادی سوال نہیں ہے۔ اس کے باوجود نبی ﷺ نے ایک کم علم باندی کے ایمان کی تصدیق کے لیے اس سے یہ سوال کیا۔ آخر کیوں؟ غالباً نبی ﷺ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کہیں باندی بت پرست تو نہیں کہ زمین پر موجود کسی بت کو خدا بنائے ہوئے ہو؟ واللہ اعلم بالصواب۔ آپ کے علم میں اس کی کوئی اور توجیہ ہے تو براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

میں ذاتی طور پر اخبارِ احاد کو اعتقاد میں حجت نہیں مانتا، قرآن نے جہاں بھی عرش وکرسی کا ذکر فرمایا ہے وہاں سہولت کے ساتھ انہیں غیر مادی اشیاء قرار دیا جاسکتا ہے مگر اخبارِ احاد میں اکثر و بیشتر پیرایۂ بیان ایسا ہوتا ہے کہ اس سے عرش وکرسی کا مادی ہونا لازم آتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا مکان میں محدود ہونا اخذ کیا جاتا ہے اور لا مکان کا وہ تصور دھندلا جاتا ہے جو آپ نے مذکورہ بالا اقتباسات میں بیان فرمایا ہے۔ جیسے صحیح ابن حبان کی روایت جو آپ نے کائنات اور عرش وکرسی کی وسعت کے موازنے کے لیے ذکر کی ہے (ص 58-57) اس میں بھی عرش وکرسی کا موازنہ چٹیل میدان اور انگوٹھی سے کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ان مادی اجسام سے موازنے کی وجہ سے اذہان میں

عرش وکرسی کا مادی ہونا ابھرتا ہے۔ یہی معاملہ حدیثِ خردلہ کا ہے جو تجسیم کو پختہ کرتی ہے۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اعتقاد کی تشریح کے وقت ایسی اخبارِ احاد کا سہارا نہ لیں جو اعتقاد کو مزید الجھا دیں؟

آپ نے بجا طور پر بیان فرمایا ہے کہ سورج کے طلوع وغروب کا اصل سبب زمین کی محوری گردش ہے، ناں کہ سورج کا زمین کے گرد گھومنا، مگر اس کے لیے جو تعبیر آپ نے اختیار فرمائی ہے وہ احقر کو کافی عجیب معلوم ہوئی۔ آپ کے الفاظ ہیں: ''مگر اہلِ علم کے نزدیک آج یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سورج نہ حقیقت میں طلوع ہوتا ہے نہ غروب ہوتا ہے، یہ صرف انسانی محدود مشاہدہ ہے جس کا ہم اظہار اپنے الفاظ میں کرتے ہیں''۔ (ص18)

سورج کے طلوع ہونے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوتا ہے اور غروب کا مطلب یہی ہے کہ وہ مغرب میں نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ یہ مشاہدہ محدود اور نامکمل سہی، مگر نہ ہی غلط ہے اور نہ ہی حقیقت کے خلاف ہے۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ تمام انسان اپنے معمولات اسی ظاہری طلوع وغروب کی بنیاد پر سرانجام دینے پر مجبور ہیں۔ اسی کی بنیاد پر نمازوں کے اوقات مقرر کیے گئے ہیں۔ ہاں بہتر یہ تھا کہ آپ یہ کہتے: ''عام تصور یہ ہے کہ سورج کا طلوع وغروب اس کی زمین کے گرد گردش کے سبب ہوتا ہے، جبکہ ایسا صرف زمین کی اپنے محور کی گردش کی وجہ سے محسوس ہوتا ہے''۔ اس تجویز کا باعث یہ ہے کہ عوام کہیں اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ قرآن میں خلافِ حقیقت باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں اور معاذ اللہ قرآنی احکام بھی خلافِ حقیقت بنیاد پر استوار ہیں۔ جبکہ طلوع وغروب کے بارے میں مذکورہ بالا نکتہ نظر فلاسفہ کا ہے، جس کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ اس لیے قرآن پر نفیاً یا اثباتاً کوئی حرف نہیں آتا۔ واللہ اعلم

ضمناً عرض ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ رسول اکرم ﷺ کا فرمان نہیں ہے، اس لیے اسے بطور حدیثِ رسول پیش کرنا مناسب نہیں۔ امام منصور بن یونس البھوتی الحنبلی نے شرح منتھی الارادات میں اسے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔ امام عراقی فرماتے ہیں کہ اس اثر کی (بطور قول رسول) کوئی اصل نہیں۔ (تخریج احادیث الاحیا) امام ابن جوزی الحنبلی نے بھی صید الخاطر میں اسے حدیث رسول کی بجائے اثرِ صحابی قرار دیا ہے۔ اگر آپ کے پاس اس حدیث کا کوئی حوالہ موجود ہے تو براہ کرم ضرور آگاہ کیجیے گا۔ شکریہ جزاکم اللہ خیرا وبارك فیکم

آئینہ حکمتِ بالغہ

2020ء

مشمولات — جنوری 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 76-79	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	کلامِ اقبال تعلیماتِ اسلامی کی روشنی میں	ڈاکٹر ممتاز عمر	11
5	الارض (قرآن حکیم کی روشنی میں)	ڈاکٹر محمد سرشار خان	17
6	سچ کی گواہی	ڈاکٹر صفدر محمود	30
7	غربت کا خاتمہ	ڈاکٹر اختر لاہور	33
8	امریکی و مغربی ثقافت کی تقلید	محمد منظور انور	38
9	اب بھی غلامانہ ذہنیت سے جان نہ چھڑائی تو	انجینئر رشید عمر	44
10	اردو تحریکِ عالمی لندن کی ماہانہ نشست، رپورٹ	عمیر زبیر۔لندن	48
	تبصرہ و تعارف کتب		50
	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات		54
	25 روزہ کورس میں شرکاء کے تاثرات		62

مشمولات — فروری 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 80-83	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (1)	احسن عزیز شہید	20
5	الارض (قرآن حکیم کی روشنی میں) (2)	ڈاکٹر محمد سرشار خان	33
6	ریاست مدینہ	مولانا محمد انور چیمہ	42
7	اُمت مسلمہ کی زبوں حالی...........	محمد منظور انور	49
8	انجمن کی سالانہ رپورٹ 2019ء		56
9	پاکستان کا مجوزہ یکساں نظام تعلیم ......اسلامی نظریاتی کونسل میں لایا جائے	انجینئر مختار فاروقی	62

مشمولات — مارچ 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 84-86	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (2)	احسن عزیز شہید	10
5	الارض (قرآن حکیم کی روشنی میں) (3)	ڈاکٹر محمد سرشار خان	21
6	حکومت کے مجوزہ یکساں نصاب کا ایک جائزہ	پروفیسر محمد حسین	33
7	مسلم معاشرے میں مغرب زدہ خواتین امریکی کلچر پر ایمان	محمد منظور انور	43
8	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات		49
9	تبصرہ و تعارف کتب		60
	قبول اسلام کے دو واقعات	فیاض عادل فاروقی	64

مشمولات — اپریل 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 87-90	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	پیغمبر ہر چہ گفت دیدہ گفت	انجینئر مختار فاروقی	12
5	تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (3)	احسن عزیز شہید	18
6	علامہ اقبال کے نام مصنف کا تصوراتی خط	انجینئر مختار فاروقی	33
7	میری نماز	مولانا محمد انور چیمہ	38
8	UNO سے ناطہ توڑ کر OIC کو مستعد کرو	محمد منظور انور	44
9	استقبالِ رمضان	حافظ عطاء الرحمٰن	50
	تبصرہ و تعارف کتب		52
	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات		57

مشمولات — مئی 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	02 : 91-93	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	کروناوائرس کا ماحول......خود احتسابی کا ایک نادر موقع	انجینئر مختار فاروقی	15
5	......عالمی سیاست کا مرکز اصفہان	انجینئر مختار فاروقی	21
6	عظمتِ صوم	ڈاکٹر اسرار احمد	33
7	'علامہ اقبال کے نام تصوراتی خط' پر اہل علم کے تاثرات		49
8	...... کروناوائرس ایک بائیولوجیکل ہتھیار	محمد منظور انور	53
9	کروناوائرس	پروفیسر مہر غلام سرور	60
10	سوشل سائنسز۔آج کا سب سے بڑا چیلنج	سید عزیز الرحمٰن	63

مشمولات — جون 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	98-94 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	کروناوائرس کے بعد......	ایوب بیگ مرزا	18
5	قرآن فہمی عشق رسول ﷺ کا بنیادی تقاضا	خورشید احمد سعیدی	22
6	تصویر ایک فتنۂ عالمگیر (4)	احسن عزیز شہید	31
7	کووڈ 19 جاہلیت خالصہ کا تازہ ترین کارنامہ	ڈاکٹر جاوید انصاری	41
8	کروناوائرس۔۔نافرمان اقوام کے لیے وارننگ	محمد منظور انور	50
9	یومِ آزادی پاکستان	حافظ مختار احمد گوندل	54
10	تبصرہ وتعارف کتب		59

مشمولات — جولائی 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	103-99 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	قرآن فہمی عشق رسول ﷺ کا بنیادی تقاضا (2)	خورشید احمد سعیدی	17
5	دورِ جدید کی غلامی	منصور اصغر راجہ	27
6	تصویر ایک فتنۂ عالمگیر (5)	احسن عزیز شہید	32
7	اسلامی سال اور ہماری بے توجہی	مفتی ابوسنابل	48
8	کروناوائرس یا دجال کی آمد......	محمد منظور انور	53
9	تبصرہ وتعارف کتب	حافظ مختار احمد گوندل	61

مشمولات — اگست 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	108-104 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	یہ دورفتنۂ دجال کا دور ہے (1)	انجینئر مختار فاروقی	19
5	تصویر ایک فتنۂ عالمگیر (6)	احسن عزیز شہید	31
6	عذاب یافتہ قومیں، فرعونوں کے اہرام اور......	انجینئر مختار فاروقی	35
7	قائداعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر......	محمد منظور انور	51
8	ہم سب کرپٹ ہیں	ڈاکٹر محمد عارف احسان	58
9	تبصرہ وتعارف کتب	حافظ مختار احمد گوندل	61

مشمولات — ستمبر 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	112-109 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	ظہورِ دجال، علاماتِ قیامت (2)	انجینئر مختار فاروقی	14
5	ایران اور چین 'تزویراتی شراکت' کا معاہدہ	جنرل مرزا اسلم بیگ	34
6	اقبال جسے ہم نے فراموش کردیا	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی	38
7	فتنۂ تصویر کی پذیرائی ایک المیہ	مولانا عبدالقیوم حقانی	42
8	کشمیر لہولہو-خونِ مسلم ارزاں کیوں!......	محمد منظور انور	46
9	شہید بحالی خلافت سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ	عابد محمود قریشی	50
	مدیر کے نام		59
	تبصرہ وتعارف کتب		62

مشمولات — اکتوبر 2020ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	117-113 : 02	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	آیا صوفیہ کی تاریخی دستاویز	ڈاکٹر محمد طارق	11
5	تصویر اک فتنۂ عالمگیر (7)	احسن عزیز	15
6	کیا حفظِ قرآن کی تعلیمی اہمیت سے انکار......	ڈاکٹر حافظ خورشید احمد	26
7	عرب اسرائیل معاہدہ......	محمد منظور انور	34
8	لبرل معاشروں میں 'ریپ' ایک شور مچانے کی چیز	احمد کمال الدین	37
9	نظامِ باطل میں عزت پانے والوں کے کام......	محمد رشید عمر	43
10	بچوں کو قریب کیجیے	محمد عارف	50
11	دجال__ المسیح الدجّال (3)	انجینئر مختار فاروقی	53
12	تبصرہ وتعارف کتب		58
13	مسیحی خاتون کا قبولِ اسلام	عمیر زبیر	62
14	قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر		63

مشمولات — نومبر 2020ء

خصوصی اشاعت
اقبال وجناح کے پاکستان کا استحکام وبقا
فکر اقبال کی روشنی میں چند عملی اقدامات

	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	3
	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات	6
	حرفِ آرزو	9
حصہ اول	پہلا باب:.... تمہید طولانی__	17
	دوسرا باب: ایک صدی کی مسلم بیداری کے بعد	69
حصہ دوم	تیسرا باب: معاصر دانشور حضرات کے.....مضامین	105
	چوتھا باب:......اسلامی فکر کا عرفان وآگہی لازمی ہے	271
	پانچواں باب:......ایک اجتماعی اُمنگ ناگزیر ہے	301
	چھٹا باب:......اجتہاد کی ضرورت ہے	309
	ساتواں باب: علامہ اقبال اور ہم عصر عالمی تحریکیں	321
حصہ سوم	آٹھواں باب: جنوبی ایشیا کے مسلمان اور علامہ اقبال	335
	نواں باب: تمنا مختصری ہے مگر.....	363
	دسواں باب: عالمی حالات مسلکی قیادتوں کا امتحان	375
	ضمیمہ جات	385

فرمودۂ اقبال

دُعا

یارب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے جو رُوح کو تڑپا دے

اس وادیٔ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہُو کو پھر سُوئے حرم لے چل
اس شہر کے خُوگر کو، پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظُلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے، جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثُریّا کر
خودداریٔ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے

بے لوث محبّت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اِک اُجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

ایک دینی جماعت کے مخلص کارکن کی نفاذِ اسلام کے لیے تجویز

ہمارے ملک میں پانچ مختلف مسالک موجود ہیں: دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، اہل تشیع اور تحریکی جماعتیں۔ ہر مسلک کے اندر مزید تقسیمیں بھی موجود ہیں لہٰذا ہر مسلک میں سے پانچ پانچ بڑی جماعتوں کے سربراہاں کو منتخب کر کے ایک اجلاس لاہور میں بلایا جائے جس کی میزبانی کا شرف کوئی بھی جماعت ترجیحاً جماعت اسلامی یا تنظیم اسلامی حاصل کرے۔ اس اجلاس میں تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر شریعت کے جو 90 فیصد متفق علیہ احکام ہیں ان کے پاکستان میں نفاذ کے لیے مطالعاتی لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ حکومت پر قابض انتہاء قلیل لیکن بااثر سیکولر طبقہ شرافت سے شریعت کے نفاذ کے مطالبے کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ اس کے لیے انتہائی پرامن لیکن بھرپور عوامی طاقت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

اجلاس میں طے کیا جائے کہ آئندہ ماہ کی کسی تاریخ کو صبح 10 بجے مینارِ پاکستان لاہور میں عظیم الشان اجتماع رکھا جائے جس میں تمام جماعتوں کے سربراہان جمع ہوں۔ جماعتوں کے سربراہان اپنے اپنے مسلک کے کارکنوں، طالب علموں، اساتذہ، عوام کے تمام طبقوں سے لوگوں کو اس اجتماع میں جمع ہونے کی ترغیب وتشویق اور جہاں ممکن ہو حکم دیں۔ یہ طے کریں کہ یہ اجتماع کم از کم دس لاکھ افراد کا ہوگا۔ یہ تعداد بظاہر بہت بڑی محسوس ہوتی ہے لیکن اگر تمام جماعتیں خلوصِ دل سے اللہ کی شریعت کے نفاذ کے لیے پوری کوشش کریں تو یہ ناممکن نہیں ہے۔ اگر تبلیغی جماعت اپنے سالانہ اجتماع میں دس لاکھ افراد کو جمع کرسکتی ہے، جماعت اسلامی ملین مارچ کرسکتی ہے اسی طرح باقی جماعتیں بھی بڑے بڑے اجتماعات کرتی ہیں جن میں لاکھوں لوگ جمع ہوتے ہیں تو یہ سب جماعتیں مل کر دس لاکھ لوگوں جمع کیوں نہیں کرسکتیں؟ تمام جماعتیں ایک ہی سیاہ رنگ کا جھنڈا جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا استعمال کریں۔ اس اجتماع کا ایجنڈا ایک نکاتی ہو یعنی ہم دس لاکھ پاکستانی پاکستان میں شریعت کے نفاذ کا پرزور مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمیں اقتدار نہیں چاہیے۔ ہمیں صرف شریعت چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ ذوالجلال کا سورۃ المائدہ میں فیصلہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں، وہی لوگ ظالم ہیں، وہی لوگ فاسق ہیں۔

حکومت کو کہا جائے کہ ایک ماہ کی مہلت دیتے ہیں ایک ماہ میں یہ کام ہونا چاہیے۔ شریعت کے نفاذ کے کام میں مدد کرنے کے لیے ہم تیار ہیں۔ تمام مسالک کے 31 علماء کے متفقہ 22 نکات کا حوالہ دیا جائے۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد اگر کوئی پیش رفت نظر نہ آئے تو دوسرا بڑا اجتماع اسلام آباد کے کھلے میدان میں رکھا جائے اور وہاں پھر یہی مطالبہ انتہائی پرامن طریقہ سے دہرایا جائے۔

ہر مسلک کے علماء میں سے ایک ایک نمائندہ منتخب کروا کر ایک پانچ رکنی کونسل قائم کی جائے جو اس پورے پروگرام کی نگرانی کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید ہے کہ اس لائحہ عمل کو اختیار کرنے سے ہم پاکستان میں نفاذ شریعت کے کام میں بڑی پیش رفت کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اَلسَّعْیُ مِنَّا وَ الْاِتْمَامُ مِنَ اللہ

بشکریہ ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور، شمارہ 31، (ستمبر 2020ء)

Vol 14
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
DECEMBER 2020
No 12

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

اقبال و جناح

کے پاکستان کا

استحکام و بقا ___

فکرِ اقبال کی روشنی میں

چند عملی اقدامات

انجینئر مختار فاروقی

مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

محدود تعداد میں کاپیاں دستیاب ہیں

صفحات: 394   زرتعاون: -/550 روپے

حسبِ روایت
اس سال بھی

ماہنامہ
حکمتِ بالغہ
جھنگ

نومبر 2020ء کی

خصوصی اشاعت
شائع ہو گئی ہے

جس میں ملک کے
معروضی حالات میں
فکرِ اقبال کو روبعمل لانے
کے اقدامات پر
بحث کی گئی ہے

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ
047-7630861
0336-6778561